

حضرت صابر دانش کے کلام سے انتخاب

تسکین

مرتب

قیصر احمد قیصر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

تسکین	:	کتاب کا نام
قیصر احمد قیصر	:	مرتب
ایڈوکیٹ متین طالب	:	ٹائپنگ، کمپوزنگ
انیس احمد شوق، ادیب علمی، قیصر احمد قیصر	:	پروف ریڈنگ
ایڈوکیٹ متین طالب	:	سرورق
نورانی آفسیٹ پریس، مالگاوں	:	طباعت
۵۰۰	:	تعداد
۱۵۰	:	قیمت
۲۰۲۲	:	سن اشاعت
رضوان احمد شیخ	:	ناشر
بدالد جی نازش ابن صابر دانش	:	ملنے کا پتہ
مہاوت پورہ، واشم	:	
9975775129	:	

قیصر احمد عبدالحفیظ، گپتالے آؤٹ،
ہنگولی روڈ، واشم
7745010468

فہرست

☆ عرضِ ناشر

☆انتساب

☆ عرض مرتب

☆ اقدار کا پاسدار و معاشرہ کا آئینہ۔۔۔ تشکیل میواتی

☆ صابر دانش کی "تسکین"۔۔۔ شکیل اعجاز

☆ صابر دانش ایک پر اعتماد شاعر۔ ڈاکٹر محمد افضل شیگانوی

☆ _____ مستقیم ارشد

☆ صابر دانش: مطمئن شخص و مضطرب شاعر۔ ادیب علمی

☆ شعر و سخن کا دانش۔۔۔۔۔ عرفان ظفر

☆ احوال واقعی --- مرحوم صابر دانش

☆ حمد۔ کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دہکاتا ہے

☆ نعت۔ خدا کی مصلحت دیکھیں ہزاروں انبیاء آئے

غزلیات

☆ سچ ہے کہ میرا تجھ پہ ہی دار و مدار ہے

☆ دن کو دن رات کو وہ رات ہی کہتا ہوگا

☆ خدا کے حکم پر سب نیک کام کرتے ہیں

☆ بس یہی دیکھتے ہیں کہنے میں

☆ کھلتے رہتے ہیں جذبات کے انگاروں سے

☆ وہ روشنی جو ہمیشہ سفر میں رہتی ہے

☆ تجھ کو سکون قلب ملے ابتدا تو کر

☆ جانے کیوں مجھ سے ہوا تھا وہ خفایا د نہیں

☆ ہے اب یہ کام ترا انتظار کرنا بھی

☆ چادر بھلے ہی قد کے برابر نہیں رکھتے

☆ ملال خوب ہوا، اس کا اختتام تو کر

☆ کچھ ایسے بھی احباب ہیں اربابِ سخن میں

☆ آنکھیں رکھائیے چاہے یہ برق و شرر مجھے

☆ تیری آمد کی منتظر آنکھیں

☆ خودیروں ستم تو گوارا نہ کیجئے

☆ میں ڈھونڈتا رہوں گا اسے جانے کب ملے

☆ بھرنے والا اڑان ہے شاید

☆ اللہ نعتیں مری جھولی میں ڈال دے

☆ ابھی ہے وقت تو سوچو قضا کے بارے میں

☆ جب سے یہ شاعری کا مجھے کام لگ گیا

☆ پھر چاند سے جولوٹ کے انسان آئیں گے

☆ اک خوفناک رات کا منظر لئے ہوئے

☆ وہ دیکھے جا رہا ہے سمندر میں ڈالنے

☆ کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دہکاتا ہے

☆ اللہ میرے تیری اطاعت سی آگئی

☆ ہم بھی بہک کے ان کی شرارت میں آ گئے
 ☆ یہ شمس و قمر اس کی عطا ہے کہ نہیں ہے
 ☆ میں اس کے پاس سے ہو کر گزر گیا کیسے
 ☆ باطل کا میرا رُخ طرف دار ہو گیا
 ☆ ہے یقین اس دل میں تب جگہ بنائیں گے
 ☆ جانا ہے ساری عمر یہیں پر گزار کر
 ☆ ضمیر رکھ کے اگر بے ضمیر ہو جاتے
 ☆ دکھا دے کی جو بھی بھلائی کرے گا
 ☆ رہیں یہ ساتھ تو حالات بدل جاتے ہیں
 ☆ کوئی جب خود کفیل ہوتا ہے
 ☆ یہ مانا ہے نہیں سوزِ بلائی ان ازانوں میں
 ☆ زمانے کی نظروں میں وہ معتبر ہے
 ☆ دوش پر اپنے حوادث کو اٹھانا ہوگا
 ☆ بارِ ہامیں نے تو پکارا تھا
 ☆ تمام عمر مشقت بھری گزاری ہے
 ☆ خون سوکھا نہیں ہے خنجر کا
 ☆ لوٹ آنے کا شکر یہ صاحب
 ☆ وہ رکھیں آسمان سے مطلب
 ☆ خریدو بھی ذرا آن بانِ قسطوں میں
 ☆ اس زندگی سے ایک لڑائی لڑا ہوں میں

☆ انجمن میں جو میں نے سنائی غزل
 ☆ کوئی درویش ترے در پہ صدا دیتا ہے
 ☆ اس چشمِ التفات نے شاعر بنا دیا
 ☆ ضمیر رکھ کے اگر بے ضمیر ہو جاتے
 ☆ رہیں یہ ساتھ تو حالات بدل جاتے ہیں
 ☆ ارادے ہیں جواں تو حوصلوں سے ناتواں کیوں ہو
 ☆ باطل کا میرا رُخ طرف دار ہو گیا
 ☆ چاہتے تم تو مجھے کچھ تو سہارا کرتے
 ☆ ابھی ہے وقت تو سوچو قضا کے بارے میں
 ☆ عصمتیں چینی ہیں حسن کے بازاروں میں
 ☆ کچھ ضمیروں کے خریدار ہوا کرتے ہیں
 ☆ اک خوفناک رات کا منظر لیے ہوئے
 ☆ خود پر ہو یوں ستم تو گوارا نہ کیجئے
 ☆ میں ڈھونڈتا رہوں گا اسے جانے کب ملے
 ☆ بھرنے والا اڑان ہے شاید
 ☆ تم یہ سمجھ رہے ہو تنگ کے ساتھ ہوں
 ☆ کچھ ایسے بھی احباب ہیں اربابِ سخن میں
 ☆ بنتی نہیں ہے آج کسی کی کسی کے ساتھ
 ☆ بنا کے نسل کو اخلاق کا پیکر جائے
 ☆ تجھ کو سکونِ قلب ملے ابتدا تو کر

عرضِ ناشر

☆ جھکا ناسر کو ترے در پہ ہے روایت کیا
 ☆ پہلے مفہوم و فائدہ کو بتایا جائے
 ☆ جانے کیوں مجھ سے ہوا تھا وہ خفایا نہیں
 ☆ ملالِ خوب ہوا، اس کا اختتام تو کر
 ☆ چادر بھلے ہی قد کے برابر نہیں رکھتے
 ☆ سچ ہے کہ میرا تجھ پہ ہی دار و مدار ہے
 ☆ خدا کے حکم پہ سب نیک کام کرتے ہیں
 ☆ وہ روشنی جو ہمیشہ سفر میں رہتی ہے
 ☆ بس یہی دیکھتے ہیں کینے میں

انتساب

مرحوم صابر دانش صاحب و آپ کے والدین مرحومین اور آپ کے بھائیوں کے
نام....

اهداء

فرزند ان دانش عزیزم تابش، نازش، صائمہ و متعلقین و تلامذہ دانش کے لیے...

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قیصر احمد واثی

عرض مرتب

انتہائی مسرت و فخر کا مقام ہے کہ مجھ طفل مکتب کو اپنے استاد محترم مرحوم صابر دانش صاحب کے دوسرے شعری مجموعے تسکین پر خامہ فرسائی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

جب 1982 میں محترم صابر دانش صاحب کا تقررنگر پالیکا مہاتما گاندھی ہائی سکول (جونیر کالج) واشٹم میں ہوا، میں اُس وقت ششم جماعت کا طالب علم تھا یہ بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے استاد محترم کو اول دن سے آخر تک پورے 38 سالہ طویل عرصے میں ایک شفیق و مربی استاد، منکسر المزاج انسان اور اپنے پیشے اور ذمہ داریوں کے تئیں ہمیشہ مخلص اور سنجیدہ پایا۔

موصوف کے تمام شاگردوں میں، میں اس لیے بھی خوش نصیب ہوں کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے استاد محترم کے پڑوس میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ محترم صابر دانش صاحب کی مکمل شخصیت عاجزی، انکساری، تحمل بردباری، حکمت، محبت اور شفقت کی آئینہ دار تھی۔

آپ نے ایک سائنس ٹیچر ہونے کے باوجود اردو ادب میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کیا یہ بات موصوف کی اردو ادب کے تئیں عمیق محبت، جستجو اور ذوق و شوق کی مظہر ہے۔

سرزمین واشٹم میں اردو ادب کی آبیاری میں موصوف کا کردار ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ واشٹم کی عوام الناس کے شعری ذوق کو پروان چڑھانے کے لیے اردو مشاعروں کا انعقاد، شعری ادبی نشستوں کا ماہانہ سلسلہ وغیرہ موصوف

کے وہ کارہائے نمایاں ہیں جس کی بدولت آج شہر واشٹم میں شعر کہنے والوں کی ایک پوری ٹیم موجود ہے جن میں محترم یوسف نظامی صاحب، جناب عبدالکریم دُرولیش صاحب، جناب فاروق زمن صاحب، جناب عبدالغفار غازی صاحب اور راقم الحروف بھی شامل ہے۔

موصوف کے اس شعر کے مصداق

وہ دیکھتا ہی جائے گا آدابِ گفتگو
اس کو کہیں سے صحبتِ اہلِ ادب ملے

محترم صابر دانش صاحب کی ادبی خدمات سے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر مضمون کی طوالت قارئین پر بار نہ گزرے اس خوف سے اختصار سے کام لے رہا ہوں۔ موصوف کے شعری گلدستے سے حمد و نعت اور غزلیات کے چند شعر بطور تبریک آپ کی بصارتوں کی نذر کر رہا ہوں۔

محترم صابر دانش صاحب انتہائی سلیس و دلنشین انداز میں اشعار کہتے تھے کہ عام قاری و سامع بھی شعر کی تہ تک با آسانی پہنچ جاتا ہے.....
حمد باری تعالیٰ کا انداز دیکھیے.....

کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دہکا تا ہے
اور پھر سورج کی کرنوں سے دھرتی کو چمکا تا ہے

گرمی سردی بارش سارے موسم اس کے تابع ہیں
وہ چاہے تو سردی میں بھی انگارے برساتا ہے

حمد کے مقطع میں موصوف اپنی کم علمی و بے حیثیتی کا کس عاجزی سے اعتراف کرتے ہیں کہ

میری جسارت کیا ہے دانش جو میں لوں قرطاس و قلم
وہ ہے جو خود مجھ سے اپنی حمد و ثنا لکھواتا ہے

مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب کے بس کا کام نہیں یہاں وہی لب
کشائی کر سکتا ہے جسے توفیق خداوندی ملے موصوف یہاں بھی عشق رسول میں مستغرق
ہو کر مدحت رسول میں خوب کہتے ہیں.....

خدا کی مصلحت دیکھیں ہزاروں انبیاء آئے
مگر اُن سب کے آخر میں امام الانبیاء آئے

جہاں جبریل کے پر جلنے لگتے ہیں تجلی سے
وہاں معراج کی شب جا کے محبوب خدا آئے

جہالت کے اندھیرے دور کرنے کے لیے یارو
مرے شمس الضحیٰ آئے مرے بدرالدجی آئے

محترم صابر دانش صاحب کی شاعری تعمیری پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ ان
کی غزلوں میں زیادہ تر ایسے اشعار ملیں گے جو سامعین و قارئین میں جوش و ولولہ پیدا

کرتے ہیں۔
محترم اپنی ایک غزل کے مقطع میں کہتے ہیں کہ...

کہتے ہیں شعر جو ہم بزم سخن میں دانش
کچھ نہ کچھ دے کے وہ پیغامِ عمل جاتے ہیں
ایک جگہ فرماتے ہیں کہ...

تمام عمر مشقت بھری گزاری ہے
مشقتوں نے مری زندگی سنواری ہے
لگی ہے آگ تو اس آگ کو بجھا دینا
ہماری آپ کی ہم سب کی ذمہ داری ہے
محترم صابر دانش سر کی شاعری میں آپ کو جا بجا ایسے اشعار ملیں گے جو مثبت
سوچ ایک مثبت اندازِ فکر کے ترجمان ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں

اپنے حصے کی ہوا ہم کو اگر رکھنی ہے
گھر کے آگن میں کہیں بیڑ لگایا جائے

حلال و حرام کے فرق کو واضح کرتا محترم کا یہ شعر دیکھیے جو حلال رزق کے حصول اور
حرام سے بچنے کی تدبیر بتاتا ہے۔

حلال رزق اگر چاہتا ہے اے بندے
جو شے حرام ہے، خود پر اُسے حرام تو کر

موصوف کی شاعری میں بچوں کی اخلاقی تربیت، کردار سازی، سبق آموز اور اعمال پر ابھارنے والے نصیحتوں سے بھرپور اشعار ملیں گے

تجھ کو سکونِ قلب ملے ابتدا تو کر
خود سے کیا ہوا کوئی وعدہ وفا تو کر

لازم نہیں کہ میرے کہے پر کرے عمل
باتوں کو میری غور سے لیکن سنا تو کر

نصیحتوں سے سنور جائے زندگی تیری
سُن ان کی بات، بزرگوں کا احترام تو کر

انسان میں موجود خامیوں کا اعتراف اور ان کے نہ ہونے کے فوائد کو کس
حُسنِ خوبی سے پیش کرتے ہیں کہ

جو چند خامیاں ہم سے نکل گئی ہوتیں
زمانے بھر کے لیے بے نظیر ہو جاتے

شاعری انسانی زندگی کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ شاعر جو کچھ دیکھتا ہے جو محسوس
کرتا ہے اسے اشعار کے پیکر میں ڈھال دیتا ہے۔

فلسفے زندگی کے اے دانش
چند شعروں میں بند ہوتے ہیں

محترم صابر دانش نے اپنی شاعری میں ان تمام پہلوؤں کو چھونے کی کوشش
کی ہے جس سے ہر عمر کا قاری لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

محترم اپنی شاعری سے متعلق اس شعر میں فرماتے ہیں کہ

ہیں آپ جو ہری تو پرکھنا ہے آپ کو
اپنے ہر ایک شعر میں موتی جڑا ہوں میں

ایک مقطع میں کہتے ہیں

نہ ہو سکے گی بیاں ایک وقت میں دانش
سُنیں گے لوگ میری داستانِ قسطوں میں

عام فہم انداز، اچھوتا سلیس اسلوب، عام آدمی کے مسائل پر مشتمل محترم
صابر دانش کی غزلیات کا دوسرا شعری مجموعہ بنام "تسکین" منظر عام پر آ رہا ہے،
امید ہے یہ شعری مجموعہ ادبی حلقوں اور عوام میں سراہا جائے گا۔ چند ناگزیر وجوہات
کی بنا پر یہ مجموعہ محترم صابر دانش سر کی حیات میں منظرِ عام پر نہ آ سکا جس کا مجھے بے حد
افسوس ہے، استاد محترم صابر دانش صاحب کے انتقال کے بعد مجموعہ کلام "تسکین"
کی اشاعت کی تمام تر ذمہ داری میرے ناتواں کاندھوں پر آن پڑی، اس مشکل کام کو

آسان بنانے میں برادر سید معین الدین ادیب علیی امراؤتی، برادر آصف نعیم منگروں پیر، برادر عبدالمتین طالب ناندورہ، برادر انیس احمد شوق شیگانوی، برادر فاروق رضا شیگانوی اور مرحوم کے دونوں فرزندان شمس الضحیٰ عرف تابش اور بدر الدجی عرف نازش کا بھی بہت اہم رول رہا ہے۔

میری درخواست اور ادیب علیی صاحب کی کاوشوں سے محترم شکیل میواتی صاحب جگاوں، محترم مستقیم ارشد صاحب پونہ، محترم عرفان ظفر قریشی صاحب آکولوی نے اپنی گرانقدر آراء سے مجموعہ کلام میں چار چاند لگائے۔ اللہ ان تمام احباب کو خوب جزائے خیر عطا فرمائے، استاد محترم مرحوم صابر دانش صاحب کی کروٹ کروٹ مغفرت کرے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

قیصر احمد قیصر و اشم

اقدار کا پاسدار و معاشرہ کا آئینہ

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ شاعری کسی فرد خاص کی میراث ہے نہ کسی مخصوص علاقے کا اس پر اجارہ ہے۔ وہ ذہن و دل جو جذبات و احساسات سے معمور ہیں جو کسی واقعے سے متاثر ہونے کی حس و صلاحیت رکھتے ہیں جو ذات و کائنات کے راز ہائے سر بستہ کو منکشف کرنے کا ذوق و شوق رکھتے ہیں اور اپنی ذات کی درون بینی کے علاوہ اپنی ذات کے باہر کی دنیا کی تہ تک پہنچنے کی بصیرت و صلاحیت رکھتے ہیں اور فطری موزونیت کے حامل ہوں تو شعر کی تخلیق کر سکتے ہیں۔

محترم صابر دانش میں مذکورہ بالا تمام تر خوبیاں ان کے زیر نظر مجموعہ کلام سے عیاں ہیں اور ان کا ہر شعر فطری شاعری کا بین ثبوت ہے۔ لاریب صابر دانش کا یہ شعری مجموعہ اپنے دور کے معاشرتی حالات اور سیاسی منظر نامے کا شارح اور ان کی عصری آگہی کا مرقع ہے۔ روز بروز وقوع پذیر ہوتی معاشرتی، معاشی اور سیاسی تبدیلیاں صابر دانش کے احساس میں جب طوفان برپا کر دیتی ہیں تو ان کا قلم بے چین ہو کر اظہار خیال پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ...

سینکڑوں ستم سہ کر متحد نہ ہو پائے
نوجوان کیسے یہ انقلاب لائیں گے

زلزلے زیر زمین سانس لیا کرتے ہیں
اور ہم شان سے بے خوف جیا کرتے ہیں

ہم بھی بہک کے ان کی شرارت میں آگئے
کچھ شر پسند لوگ سیاست میں آگئے

بارگراں سی ہو گئی کنبے کی پرورش
میں پیٹ پالتا ہوں مہینہ نچوڑ کر

کچھ فیصلوں نے کہنے پر مجبور کر دیا
منصف تو اہل زر کا طرف دار ہو گیا

ایسا لگتا ہے صابر دانش نے اپنے جذبات کے اظہار میں دانستہ کسی تکلف یا پردہ داری کو غالب نہیں ہونے دیا کہ اسی بنا پر موصوف کی شاعری تخلیقی اور فطری شاعری کے زمرے میں آتی ہے۔ اگر وہ اپنے مافی الضمیر بالواسطہ وبالراست پیرائے میں ظاہر کرتے تو ان کی یہی شاعری صناعی کی نذر ہو کر اپنی اصل زیبائش کھودیتی۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ..

دن کو دن رات کو وہ رات ہی کہتا ہوگا
اس کے دشمن ہیں بہت آدمی اچھا ہوگا

کان پر کون اعتبار کرے
صرف ہوتی ہیں معتبر آنکھیں

خیر خواہی سے میں دنیا کی بچا کرتا ہوں
یہ ضعیفی میں بھی جینے کی دعا دیتی ہے

تو مقرر ہے تو کر امن و اماں کی باتیں
تیری تقریر تو شعلوں کو ہوا دیتی ہے

اکثر شعراء خدائی عطا کردہ ترازو سے ناپ تول کر شعر کو موزوں کر لیتے ہیں
یا موزوں سمجھ لیتے ہیں اور محض اسے ہی کافی جان لیتے ہیں دراصل یوں بھی شعر کا
صرف موزوں ہو جانا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ شاعر کو معائب سخن اور محاسن سخن سے
واقفیت ہونا بھی لازمی ہوتا ہے ..

صابر دانش کی محتاط روش نے ان کے کلام کو پر مغز ہی نہیں بنایا بلکہ بے ساختگی
اور روانی کی خوبیوں سے بھی آراستہ کر دیا ہے، ان کا کلام زبان و بیان اور قواعد کی نوک
پلک سے بھی درست اور فنی اسقام سے مبرا لگتا ہے ..
یہ اشعار

خوب صورت سے وہ انداز تکلم ان کے
دے کے مجھ کو کئی عنوان غزل جاتے ہیں

کھینچتا رہتا ہوں میں ان کو مہینوں اندر
پاؤں پھر بھی مری چادر سے نکل جاتے ہیں

ضوہ لوگ اور تھے یک مشت جان دیتے تھے
چڑھا رہا ہوں میں سولی پہ جان قسطوز میں

کوئے کو دانے ڈال کے خاموش کر دیا
کم بخت بولتا تھا کہ مہمان آئیں گے

آندھیوں کی خبر تو آئی ہے
حال اچھا نہیں ہے چھپر کا

صابر دانش کی شاعری محض کسی ایک زاویہ نظر کا اظہار نہیں اس میں مختلف
النوع رنگارنگی بھی شامل ہے.. چونکہ شاعر موصوف پیشہ معلّیٰ سے منسلک، کسبِ
حلال پر یقین رکھنے والے نیک خوانسان رہے ہیں اس لیے فطری طور پر شاعری میں
پند و موعظت کی خوش روی کے ساتھ ان پر معلمانہ طرز فکر کے دروازے بھی وا ہونے
لگے جو قارئین کے لیے بھی کھلے نظر آتے ہیں...

ابھی ہے وقت تو سوچو قضا کے بارے میں
جزا کے ٹھمن میں اپنی سزا کے بارے میں

مفلسی ایک معلم ہے مری نظروں میں
زندگی جینے کے انداز سکھا دیتی ہے

گناہوں سے بڑھ کر اگر نیکیاں ہوں
تو غلہ بریں تک رسائی کرے گا

جو بات بن گئی ہے انتشار کا باعث؟
وہ بات کیوں یہ ہمارے امام کرتے ہیں

مفلسی جن کو قناعت کا سبق دیتی ہے
وہ تو کردار سے زردار ہوا کرتے ہیں

محدود کیجیے نہ عبادت کے دائرے
خدمات خلق لازمی ہیں بندگی کے ساتھ

ایسے اشعار جوان شاعر اللہ یقینی طور پر صابر دانش کے لیے توشہ آخرت ثابت
ہو سکتے ہیں.. اور امید ہے کہ موصوف کا یہ شعری مجموعہ ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ
سے دیکھا جائے گا...

شکیل میواتی

صابر دانش کی "تسکین"

سنجیدہ شاعر کے مجموعہ کلام کے لیے اپنی رائے بنا کر الفاظ کی شکل دینا ڈر لگتا ہے کہ کہیں رگ ظرافت نہ پھڑک اٹھے۔

بہر کیف صابر دانش میری سسرال کے شہر واشم میں سکونیت پذیر ہیں اور وہ بھی پڑوس میں۔ اس لئے رائے بنانا ضروری تھا اسی لئے قلم بھی چل پڑی۔

صابر دانش کو گزشتہ کم و بیش چالیس (??) برس سے جانتا ہوں ہوں موصوف واشم بلدیہ کے ایک جونیئر کالج کے وظیفہ یاب پرنسپل ہیں۔ ان چالیس برسوں میں میں نے انہیں کبھی اسکول میں بحیثیت مدرس کبھی ان کے آفس میں بحیثیت پرنسپل کبھی مشاعروں اور ادبی مجلس میں بحیثیت شاعر موصوف کے گھر پر، غرض کہ ہر جگہ خلق خدا کی خدمت میں مصروف اور اس نیکی کے مزید مواقع کی تمنا کرتے پایا۔ احباب اور رشتہ داروں اور محلہ والوں کے سکھ دکھ میں ایک سچے ساتھی کے طور پر شریک ہوتے پایا ہے۔ اپنی اہل و عیال کی خوشیوں اور تعلیم و تربیت کے لئے تھک کر گر جانے کی حد تک جدوجہد کرتا ہوا پایا لیکن یہ سب کرتے ہوئے بھی انکساری کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہے۔

صابر دانش کے مزاج کے اگر ایک جسم تصور کریں تو عجز و انکسار کو جسم ریڑھ کی ہڈی کہا جاسکتا ہمیں صوف سماج اور ملک کے ایک ذمہ دار شہری ہیں دیندار ہیں آخرت سنوارنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں زبان، لب و لہجہ، شائستگی، نشست و برخاست میں سلیقہ غرض کہ ایک پیارے انسان ہیں موصوف کا یہی طرز ان کے اشعار میں بھی جھلکتا ہے۔

دینداری

بھولنے والوں کو وہ خود بھی بھلا دیتا ہے
وہ جو راضی ہو تو تقدیر بنا دیتا ہے
کوئی بندہ کسی بندے کو بھلا کیا دے گا
جو بھی دیتا ہے وہ بندے کو خدا دیتا ہے

اپنے گھر کا آدمی

اب زمرہ دار یوں کی سزا جھیلنی پڑی
میرا قصور یہ ہے لگیکھر میں بڑا ہوں میں

اپنے پدر کے حکم کی تعمیل نہ کروں
ہوں میں بڑا مگر کہاں اتنا بڑا ہوں میں

صبر کے گھونٹ پینے والے صابر

میں سر بزم حقیقت تو بیاں کر دوں پر
کوئی چپکے سے میرا ہاتھ دبا دیتا ہے

ہوا یوں بعد میں تھک ہار کے وہ بیٹھ گیا
اچھالتا بھی تو کیچڑ اچھالتا کب تک

اہل دنیا کی حسد اور دو غلے پن کو جاننے والا۔

سچا ہے کون اور اداکار کون ہے
میں جانتا ہوں میرا طرفدار کون ہے
مشکوٰۃ کر دیا ہے ہمارے وجود کو
درپردہ سازشوں کے وہ کردار کون ہے

بنتی نہیں ہے آج کسی کی کسی کے ساتھ
ہونے لگی ہے دوستی بھی دشمنی کے ساتھ

جھوٹی ستائشوں پہ نوازا بھی جائے گا
سچ بولنے پہ قتل کے فرمان آئیں گے

ان دنوں اردو کے دانشور اور پبلشرز کہہ رہے ہیں کہ اردو ختم ہو رہی ہے۔
ایسے میں آسان زبان میں شاعری کرنا ہی مناسب ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک
اپنے خیالات کی ترسیل ہو سکے اسی لئے صابر دانش اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے آسان
زبان میں شاعری کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ "تسکین" عوام الناس
کے اردو داں طبقہ میں ضرور مقبول ہوگی۔
تمام شد۔

شکیل اعجاز آکولہ (مزاح نگار)

صابر دانش ایک پراعتماد شاعر

ہم عصر، ہم نفس، ہم نوا، ہم پیالہ، ہم نوالہ، ہم راز ہم جماعت، میرے
حقیقی پھوپھی زاد اور ہمارے کنبہ کے واحد مستند شاعر صابر دانش کا دوسرا مجموعہ کلام "تسکین" منظر عام پر آنے کو ہے۔

میں نے انہیں، پراعتماد، اسلئے لکھا ہوں کہ 1975 تک جب موصوف نے
گریجویشن کیا تب تک ان میں وصف خود اعتمادی کا فقدان تھا لیکن جب یہ اندور سے
وہاں کے اسلامیہ کریمہ ہائر سیکنڈری اسکول میں اپنی پانچ سال خدمات دے کر لوٹے
تو گویا خود اعتمادی کے میٹر کا پارہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اندور سے واپس آنے والا
صابر وہ صابر تھا ہی نہیں جسے ہم نے پانچ سال پہلے دیکھا تھا شعر تو خیر وہ 1975 سے
پہلے بھی کہتے تھے۔ لیکن رونمائی اس تبدیلی کے عینی شواہد میں سے ایک میں ہوں اس
لئے بھی کہ مکتب سے اب تک موصوف کی صحبتوں و روابط میں رہنے کا خاکسار کو شرف
حاصل ہے۔ اندور سیواشم پچھنے پر تو جناب کی خود اعتمادی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور پھر
انکے اندر کا دانش جاگ اٹھا مقامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر کئی مشاعرے کروا کر کئی
مشاعروں میں شرکت کی اور خوب شہرت پائی۔

مجھے مسرت ہے کہ مجھے ان کے کلام پر کچھ کہنے کا موقع ملا۔ اس سے قبل
موصوف کا ایک شعری مجموعہ "اضطراب" 2014 میں منظر عام پر آچکا ہے اس
کا ایک نسخہ بھی مجھ تک پہنچ چکا ہے۔

صابر دانش غزل کے شاعر ہیں غزل ان کا پسندیدہ میدان ہے حمد،

مناجات، نعتیات اور کچھ نظمیات پر بھی موصوف نے طبع آزمائی کی ہے۔ وحدانیت میں اللہ عزوجل کی شانِ کریبی کی حمد و ثنا ایک منفرد انداز میں بیان کرتے ہیں کہ

کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دکھاتا ہے
سورج کی کرنوں سے پھر وہ دھرتی کو چمکاتا ہے
کس کے اشاروں پر چلتی ہے تیز ہوائیں دھرتی پر
کوئی تو ہے جو کالی گھٹاؤں سے پانی کو برساتا ہے
میری جسارت کیا ہے دانش جو میں اپنے لب کھولوں
وہ ہے جو خود مجھ سے اپنی حمد و ثناء کہلاتا ہے

سخت ترین حالات میں پرورش پانے والا صابر دانش اگر ایسا کہتے ہیں کہ

اس زندگی سے ایک لڑائی لڑا ہوں میں
تب جا کے اس مقام پہ آ کر کھڑا ہوں میں
یا

تمام عمر مشقت بھری گزاری ہے
مشقتوں نے میری زندگی سنواری ہے

تو اس حقیقت پر بھی میں مہر صداقت ثبت کرتا ہوں۔ زندگی کے 67 برس کے اس مشقتوں بھرے طویل سفر میں مقدر کا یہ سکندر آگے بڑھتا رہا اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی گئی اور سب اسے دانتوں تلے انگلی دبا کر رشک بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔

شعری مجموعے کئی اشاعت پاتے ہیں اور قاری ان میں ان کہی باتیں تلاش کرتا ہے اور وہی ان میں ان کہی باتیں قاری کے دماغ پر ثبت ہو جاتی ہے صابر دانش کے ایسے ہی چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

وہ دیکھ جا رہا ہے سمندر میں ڈالنے
سورج ہر اک بدن سے پسینہ نچوڑ کر

گیا نہ فرق اب تک وہ امیری اور غربی میں
میں پہلے سے زمیں ہوں تم ابھی تک آسمان کیوں ہو

کوئی درویش تیرے در پہ صدا دیتا ہے
ایک سکے میں وہ لاکھوں کی دعا دیتا ہے

وہ روشنی جو ہمیشہ سفر میں رہتی ہے
فلک پہ چند ستاروں کے گھر میں رہتی ہے

قائد ہوا ہوں جب سے میں خود اپنے آپ کا
دشمن بھی چل کے میری حمایت میں آگئے

میں نے ہر حال میں جینے کی قسم کھائی ہے
زندگی تجھ کو میرا ساتھ نبھانا ہوگا

موصوف نے اس وباء کو بلائے ناگہانی کہا ہے

زمیں ناراض ہے ہم سے فلک بھی بدگماں سا ہے
الہی تو بتا کیا یہ تیرا ایک امتحاں سا ہے

بلائے خورد بنی عفریت سے بستیاں ویراں
ادھر شمشان گھاٹوں پر مسلط ایک دھواں سا ہے

ہوئی ہیں دفن لاشیں بیسرو سامان مدفن میں
ہے ان میں پیر کوئی اور کوئی نوجواں سا ہے

خدا برباد کر دے اس بلائے ناگہانی کو
مقابل جس کے چارہ گر بھی گویا ناتواں سا ہے

تجھے اس عفریت کے شر سے گر محفوظ رہنا ہے
تو پھر تیرے لیے تیرا مکاں دار لا ماں سا ہے

"اضطراب" کے اشاعت کے بعد صابر دانش کے اس دوسرے شعری مجموعے "تسکین" کی اشاعت پر میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد افضل شیگانوی

مستقیم ارشد

شاعری شاعر کے جذبات، احساسات، افکار اور خیالات کے اظہار کا ایک بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے شاعر اپنے اندر دہکتے لاوے یا اپنے دل میں سلگتی چنگاریوں کو اپنے اشعار میں ڈھال کر قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ شاعر کی سوچ اور طرز زندگی جس طرح کی ہوتی ہے۔ وہی انداز اس کی شاعری میں جھلکتا ہے۔ اس کے لئے اس کا ماضی، خاندانی پس منظر، پرورش اور اطراف کا ماحول گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ یہ تمام باتیں محترم جناب محمد صابر دانش صاحب کے یہاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

آئیے محترم جناب محمد صابر دانش صاحب کے حالات زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ موصوف بلڈانہ ضلع کی کھام گاؤں تحصیل کے ایک چھوٹے سے قصبے "گوندھناپور" کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش اور ابتدائی تعلیم ضلع پریشداردو پرائمری اسکول، اپنے اسی وطن میں ہوئی۔ جماعت پنجم تا ششم کی تعلیم آپ نے شہر شیگاؤں میں محترم الحاج محمد خان صاحب کی سرپرستی میں حاصل کی جو شیگاؤں کے انجمن اینگلو اردو مڈل اسکول میں بحیثیت مدرس کارفرما تھے۔ جماعت ہفتم تا یازدہم کے لئے آپ نے انجمن اردو ہائی اسکول کھام گاؤں میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے علاقہ برار کا مشہور ادارہ، جی ایس کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے اپنے پھوپھی زاد بھائی پروفیسر الطاف ہاشمی صاحب کی رہنمائی میں اپنا گریجویشن (بی ایس سی۔ بائیولوجی) مکمل کیا۔ اور سیدھا رخ اپنے بڑے بھائی محمد شبر کی جانب اندور کا کیا۔ موصوف اپنی خاندان کے پہلے گریجویٹ تھے۔ آپ نے

اندور میں رہتے ہوئے ایڈووکیٹ خان کامل صاحب کی مدد سے لیبارٹری اسٹنٹ اور معاون مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد کچھ عرصے کے انجمن ہائی اسکول شیگاؤں میں بحیثیت سائنس ٹیچر مقرر ہوئے۔ علاقہ برار کے مشہور شاعر جناب فاروق رضا بھی ان دنوں آپ کی شاگردی میں رہے۔ اس کے بعد وکاس اردو ہائی اسکول شہیندور جٹ گھاٹ، ضلع امراتلی میں کچھ دن ملازمت کی اور اس کے بعد 2 دسمبر 1981 کو نگر پریشاد اردو ہائی اسکول میں بحیثیت سائنس ٹیچر مقرر ہوئے۔ آپ کو این سی سی آفیسر کے عہدے پر بھی برسوں دیکھا گیا۔ آپ کی محنت، لگن، جدوجہد کو دیکھتے ہوئے جلد ہی اسکول کے سپروائزر اور پرنسپل کے عہدوں سے نوازا گیا۔ اپنی ملازمت کے دوران ہی آپ کو ریاستی مثالی مدرس ایوارڈ سے نوازا گیا۔

م 1982 میں آپ کی شادی ہوئی۔ بڑے صاحبزادے شمس تابش جو پیشے سے ایک انجینئر ہیں۔ دوسرے فرزند بدر نازش جنہوں نے ایم اے بی ایڈ کیا اور یہیں مقامی اسکول میں مدرس ہیں۔ ایک بیٹی صائمہ پیکر، جنہوں نے بی ایس سی بی پی ایڈ کیا اور ایک اسکول میں معلمہ ہیں۔

آپ 30، جون 2012 کو سرکاری ملازمت سے وظیفہ یاب ہوئے۔ آپ کا ایک شعری مجموعہ "اضطراب" منظر عام پر آچکا ہے۔ جس نے قارئین سے خوب داد و تحسین وصول کیا۔ شعر گوئی آپ کا فطرت میں تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں خوب اشعار کہے۔ آپ کی غزلیں کئی اخبارات و رسائل کی زینت بنیں۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت، قطعات و غزلیات کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی۔ وہ خود کو پہلے اکیلا محسوس کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ میری رشتہ داری میں کوئی تو ہو جو اس شاعری کے میدان میں اپنا نام روشن کرے۔ ایک شخص آیا دندناتے ہوئے۔ اور مختصر

عرصے میں موصوف کی دعاؤں سے اپنا نام بلند یوں پر لکھتا چلا گیا۔ جسے اہل ادب "فاروق رضا شیگاؤں" کے نام سے جانتی ہے۔ جب تک ادب زندہ، تب تک موصوف صابر دانش صاحب کا نام نام زندہ رہے گا۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

محمود رامپوری فرماتے ہیں۔

موت اس کی ہے، کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

صابر دانش: مطمئن شخص و مضطرب شاعر

ست پڑا کے پہاڑی سلسلوں سے جنوب میں وسطی ہند کا سطح مرتفعائی علاقہ برار، اپنی دیگر جغرافیائی، تاریخی خصوصیات کے ساتھ قابل قدر ادبی وسعت بھی رکھتا ہے۔ فارسی، دکنی، اردو اور مراٹھی کے امتزاج سے یہاں کی بول چال مخصوص مگر بلیغ اور شعری رویے عام مگر نہایت سربلج الاثر ہو جاتے ہیں۔ شائق، مظہر، قیصر، حاذق، جرتخ سے صفدر، مومن اور نقیب تک ایک بھر اپورا سلسلہ ہے۔ غرض کہ سخن نواز، شاعر شناس اور استاد گراستادہ ہر دور میں اس خطے کو نصیب ہوتے رہے ہیں ہر چند کہ یہ لوگ ادبی طور پر کم معروف رہے مگر ان کے اثر و ہنر کے نقوش بڑے دیر پا ثابت ہوئے۔ دور حاضر میں ماضی کے اس ماحول کی شخصیت حضرت صابر دانش کی ہے۔ جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے دل سے ایک آہ سرد کے ساتھ رفعت درجات کی دعائیں بھی نکل رہی ہیں!

جو لوگ جانتے ہیں وہ کہیں گے کہ صابر دانش صاحب میں ایسے مخلص، معاون، با اصول، وضع دار کم گو۔ گوشہ گیر شخص کو دیکھا جاسکتا تھا کہ جسے دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ مصرع آجائے

ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

حضرت صابر دانش کا تعلق گوندھنا پور کھام گاؤں سے رہا۔ دانش صاحب کی سات پشتوں میں کوئی شاعر نہ گزرا۔ کسمپرسی اور مفلوک حالی کی زندگی تھی ایسے حالات میں آپ اپنے گھرانے کے اولین گریجویٹ شخص بنے۔ اس بات سے آپ

کی جدوجہد اور عملی زندگی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ تعلیم تزویج اور روزگار کے اکثر ایام مدھیہ پردیش میں گزرے۔ مگر پھر واشم نگر پریشد کے ایک تعلیمی ادارے میں ایسے آئے کہ یہیں کے ہو رہے۔ شعر گوئی تو دانش کی فطرت میں تھی وہ جہاں رہے حالات ان سے اشعار کہلواتے رہے۔ غزلیں ہوتی رہیں۔

صلاحیت کی ہے دشمن یہ مفلسی دانش
میں آفتاب کے جیسا ابھرنے والا تھا

کوئے کو دانہ پھینک کے خاموش کر دیا
کم بخت کہہ رہا تھا کہ مہمان آئیں گے

چھوٹا ہوں قد کا پھر بھی جسارت تو دیکھیے
کتنے بڑے بڑوں کے برابر کھڑا ہوں میں

تمام عمر مشقت بھری گزاری ہے
مصیبتوں نے مری زندگی سنواری ہے

اندور قیام کے دوران محمود نشتری اور ہوش نعمانی راپوری سے بھی تلمذ رہا۔ زندگی کے سفر میں وقت کے ساتھ ساتھ شاعری بھی آگے بڑھتی رہی۔ مالوہ یا برادر دانش جہاں رہے حسب فرصت علاقائی، ریاستی اور کل ہند مشاعروں میں کلام بھی پیش کرتے رہے۔ گاہے گاہے اخبار و رسائل میں پچھنے پچھانے کا مشغلہ بھی رہا۔

لیکن کتابی صورت میں اشاعت کے مرحلے ریٹائرمنٹ کے بعد ہی آئے

زندگی جب سے ہو گئی دشوار
لطف آنے لگا ہے جینے میں

صابر صاحب تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے اور یہ وابستگی ایسی تھی کہ بات، ملاقات، معاملات ہر جگہ ان کا تدریسی رویہ نمایاں محسوس کیا جاسکتا تھا ... اور شاعری میں تو یہ عنصر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کارفرما نظر آتا ہے

کان پر اعتبار کون کرے
صرف ہوتی ہیں معتبر آنکھیں

سراٹھاتا ہے جب کوئی فرعون
غرق دریائے نیل ہوتا ہے

نفس کی بات ماننے والا
دو جہاں میں ذلیل ہوتا ہے

کاش اس وقت ہی پکل دیتے
جب بغاوت نے سرا بھارا تھا

محدود کیجیے نہ عبادت کے دائرے
خدمات خلق لازمی ہیں بندگی کے ساتھ

سیکڑوں ستم سہہ کر متحد نہ ہو پائے
نوجوان پھر کیسے انقلاب لائیں گے

کہتے ہیں شعر جو ہم بزم سخن میں دانش
کچھ نہ کچھ دے کے وہ پیغام عمل جاتے ہیں

جلوت کے مدرس اور خلوت کے مفکر کی یکجائی سے صابر صاحب کے اندر ایک شاعر کا ظہور ہوتا ہے جو علمی زندگی میں دینی مزاج، قناعت پسندی، دیانت داری، وفا شعاری، جیسے مومنانہ اوصاف کے ساتھ مطمئن نظر آتا ہے ... مگر سر راہ فکر وہی مطمئن شخص ایک مضطرب شاعر میں تبدیل ہو جاتا ہے ...

آندھیوں کی خبر تو آئی ہے
حال اچھا نہیں ہے چھپر کا

بار گراں سی ہو گئی کنبے کی پرورش
میں پیٹ پالتا ہوں مہینہ نچوڑ کر

مصلحت سامنے رہی ورنہ
سر جھکانا کسے گوارا تھا

اس شاعر کی وجہ اضطراب وہی فطری حساسیت ہے جو کہ قدرت کا عطیہ بھی ہے
اور عذابِ جان بھی! .. اور اسی کے فیض سے یہ طرز آئینہ داری آتا ہے ...

ہم بھی بہک کر ان کی شرارت میں آ گئے
کچھ شر پسند لوگ سیاست میں آ گئے

بازار سے خرید رہا ہے وہ نیکیاں
دولت جو آئی صاحب کردار ہو گیا

دور حاضر میں انسان کے فکر و عمل میں یک رنگی، قول و فعل کی یکسانیت بڑا نایاب
امتزاج (rare combination) ہو گیا ہے لیکن صابر دانش صاحب کی زندگی
اور شاعری اس سے متصف ہے اور کیوں نہ ہو جب ایک حساس شخص کو زندگی کی
بھٹی میں مصائب کی آگ نے تپا کر ایسی با اصول شخصیت بنا دیا ...
مفلسی ایک معلم ہے مری نظروں میں
زندگی جینے کے آداب سکھا دیتی ہے

صابر دانش کی شاعری کا ایک بڑا حصہ درس و موعظت پر مشتمل ہے مگر غزل پھر بھی
غزل ہے اس صنفِ نازک کا رنگِ حسن دراصل احساس کے جھروکے سے نظر آتا ہے
اور ہر شاعر کی جمالیاتی حس پر چھایا ہوا ہوتا ہی ہے ہر چند کہ دانش صاحب نے اس
سے گریز کیا ہو، مگر ان کی غزلوں میں کہیں کہیں غزل کے معنوی نقوش دیکھے جاسکتے
ہیں

اک اس نے مسکرا کے ذرا دیکھ کیا لیا
ہم ہو گئے اسیر، حراست میں آ گئے

ان سے کشیدگی مری شعروں میں ڈھل گئی
ترک تعلقات نے شاعر بنا دیا

آج خوشیاں مرے قدموں میں بچھی جاتی ہیں
کل اگر آپ مرا ساتھ گوارا کرتے؟

پہلا شعری مجموعہ "اضطراب" غالباً 2012-13 میں واشم سے شائع ہوا ...
اس کے بعد "تسکین" اور "انا" کی ترتیب بھی مد نظر رہی ... "تسکین" کے
مسودے پر راقم الحروف نے تصحیح کی ذمہ داری ادا کی ... مگر ان وبائی حالات، لاک
ڈاؤن کے درمیان طباعت اور اشاعت کا اہم کام التوا کا شکار رہا جب بھی گفتگو
ہوتی تو موصوف کتاب اور مشمولات پر بڑی کشادہ مزاجی سے گفتگو کرتے انکسار اور
اپنائیت کا عالم یہ تھا کہ کسی کو بھی ان سے ملتے ہوئے کبھی عمر و علم و حیثیت کا فرق محسوس
نہیں ہوتا تھا ... آخری ایام میں گردے کا کارہ ہو چکے تھے اور یہی عارضہ مرض
الموت ثابت ہوا

اپنی لیاقتوں کو ہمیں بیچنا تو ہے
ملتا نہیں ہے کوئی خریدار کیا کریں

اس شعر کا شکوہ ناقدری تو اکثر فن کاروں کا مقدر ہے لیکن صابر صاحب کو یاد کرنے والے انہیں عزیز رکھنے والے ان کے تلامذہ و اشم اور اطراف میں بہت ہیں جو انہیں فراموش نہ ہونے دیں گے ان شاء اللہ

ان لائق و فائق تلامذہ میں مجلس خیر امت و بزم طرح کے منتظم محترم قیصر احمد، رضوان شیخ وغیرہ نے موصوف کے فرزندان کے ساتھ مل کر تمام غیر مطبوعہ کلام کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے... اللہ ان تمام کو شاد و آباد رکھے...

معین ادیب علیہ

شعر و سخن کا دانش.....

غالباً 2008ء کی بات ہے۔ واشم میں ایک ضلع سطحی تربیت چل رہی تھی۔ دوران تربیت، کمرہء جماعت میں ایک انتہائی وجیہ، پروقار پیکر عجز و انکسار شخص کی آمد ہوئی۔ تمام معلمین ادباً کھڑے ہو گئے۔ آنے والے شخص نے حاضرین سے بہت ہی مخلصانہ انداز میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر اپنی گفتگو شروع کی۔ کافی دیر تک وہ ہم سے ہم کلام رہے۔ شیریں اور باوقار لہجہ، نرم گفتاری، جملوں میں ربط اور تسلسل کے ساتھ بولتے رہے اور اخیر میں اپنے چند اشعار پیش کر کے رخصت ہو گئے۔ ایک عرصے تک ان کے لہجے کا خمار مجھ پر چھایا رہا۔ یہ تھے جناب صابر دانش صاحب۔

صابر دانش صاحب کا آبائی وطن گوندھنا پور ضلع بلڈھانہ ہے لیکن کسب معاش کے سلسلے میں واشم آئے۔ اور ملازمت ملنے کے بعد یہیں کے ہو رہے۔ نگر پریشد اردو، مراٹھی اسکول کے صدر مدرس بنے۔ اردو مراٹھی کے پینتیس سے زیادہ اساتذہ کے اسٹاف والی اسکول میں ایک مثالی صدر مدرس کے طور پر عرصہ دراز تک فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ اور اسی عہدے پر سبکدوش ہو کر وظیفہ یاب ہوئے۔ انھوں نے تین دہائیوں پر محیط مشق سخن میں اپنا ایک منفرد مقام پیدا کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام بنام اضطراب 2004ء میں منظر عام پر آ کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ اور دوسرا مجموعہ کلام تسکین آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ صابر دانش صاحب نے ادبی لحاظ سے واشم جیسی بنجر زمین میں شعر و سخن کی آبیاری کی۔ ادب کی محافل قائم کیں۔ اور یہاں علم و ادب کی فضا ہموار کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کے تلامذہ میں فاروق زمن، قیصر احمد قیصر، عبدالغفار غازی، علامہ خلیل جاہل، اور ہاشم باسمی جیسے

معزز و معتبر شعرا شامل ہیں۔

صابر دانش صاحب سائنس کے طالب علم تھے لیکن انھیں اردو ادب سے ابتدا سے ہی دلچسپی رہی، یہی وجہ ہے کہ سائنس سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی شعر و سخن میں طبع آزمائی کرتے رہے اور ایک قابل قدر شاعر کے طور پر اپنی شناخت بنائی۔ دانش صاحب نے اپنے شعروں میں روایتی رنگ کو ترجیح دی۔ وہ اپنی بات کو سلیس اور سادہ لہجے میں پیش کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ انھوں نے زندگی کے نشیب و فراز سے اکتساب علم کیا اور وہی مشاہدات اپنے شعروں میں ڈھالنے کی سعی کی۔

دن کو دن، رات کو وہ رات ہی کہتا ہوگا

اس کے دشمن ہیں بہت، آدمی اچھا ہوگا

وہ دینی معاملات میں بھی بے اعتدالیوں کو ملاحظہ کرتے ہیں اور زمانے کی موجودہ منافقانہ روش پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں کہ..

مرے خلاف نہ آیا کبھی کوئی فتویٰ

جناب شیخ کو جب سے شریک جام کیا

دانش صاحب وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع القلب اور وسیع النظر شاعر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں زندگی کے مختلف رنگ جا بجا جھلکتے نظر آتے ہیں۔

خیر خواہی سے میں دنیا کی بچا کرتا ہوں
یہ ضعیفی میں بھی جینے کی دعا دیتی ہے
مفلسی، ایک معلم ہے مری نظروں میں
زندگی جینے کے انداز سکھا دیتی ہے

زلزلے زیر زمین سانس لیا کرتے ہیں
اور ہم شان سے، بے خوف جیا کرتے ہیں

زلزلے سے بچے ہوئے لوگو!

زلزلہ صرف اک اشارہ تھا

افسانوی پیرائے میں فطری سچائیاں بیان کرنا اور حقیقتوں کو کہانی کے سانچے میں ڈھال کر پرکشش بنانا ان کا شعار ہے۔

وہ لوگ اور تھے، یک مشمت جان دیتے تھے
چڑھار ہا ہوں میں سولی پہ جان، قسطوں میں

نہ ہو سکے گی بیاں، ایک وقت میں، دانش!
سنیں گے لوگ مری داستان قسطوں میں

یہ مٹ کے پھر سے نئی زندگی میں ڈھلتی ہے
مرا خیال یہی ہے حنا کے بارے میں

دانش صاحب کی شاعری، انسانی زندگی میں آنے والے واقعات، سانحات، حادثات اور لوازمات پر مشتمل نظر آتی ہے۔ ان کا بیباک لہجہ شعروں کو جاذبیت بخشتا ہے۔ اور قاری ہر شعر میں کہیں نہ کہیں اپنی آپ بیتی ڈھونڈنے لگتا ہے۔ پرانی اقدار سے روگردانی ان کا شعار نہیں۔ نیک خوئی اور صلح جوئی سرشت میں ہے جو اشعار کی صورت، منصہ شہود پر آ جاتی ہے وہیں اشعار میں زندگی کی تلخیاں بھی سر ابھارنے لگتی ہیں۔

اب اتحاد کے سوا چارہ نہیں کوئی
آؤ! دلوں سے پھینک دیں کینہہ نچوڑ کر

بارگراں سی ہو گئی کنبے کی پرورش
میں پیٹ پالتا ہوں مہینہ نچوڑ کر

دانش صاحب کے یہاں ثقیل اشارے کنائے، دقیق پیرایہ، ادق تراکیب، مبہم اصطلاحات و محاورات یا نامانوس لفظیات نہیں ملتیں۔ اور نہ ہی ان کی شاعری میں تصوف، فلسفہ یا وحدت الوجود جیسے موضوعات کا گزر ہے۔ بلکہ یہ سادہ سے مضامین بڑی نفاست سے برتتے ہیں گویا سادگی میں پرکاری نظر آتی ہے۔ کہیں شعروں میں صلح و آشتی کی بات ہوتی ہے تو کہیں پند و نصائح کی۔ اور یہی خصوصیات ان کی شاعری کو معاصرین میں ممتاز و منفرد بناتی ہے۔

بچے کو تربیت سے بنائے رہو خلیق
ایسا نہ ہو، کسی کی وہ پگڑی اچھال دے

حسن پر اس کے کبھی آنچ نہ آئے، دانش!
ہے گزارش یہی اردو کے قلم کاروں سے

شناوری کا اسے وہ ہنر بھی آتا ہے
کہ ڈوبتا ہے مگر پھر ابھر بھی آتا ہے

دعا کو ہاتھ اٹھانے سے کچھ نہیں ہوتا
خلوص ہو تو دعا میں اثر بھی آتا ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مجموعہ کلام مقبول خاص و عام ہو اور تسکین کے اشعار،
مجان اردو اور عوام کے لیے باعث تسکین بنیں۔

عرفان ظفر قریشی، اکولہ (مہاراشٹر)

شاعر تسکین --- صابر دانش --- ایک تاثر

علاقہ وودر بھ کی سرزمین زمین میں بیشتر اضلاع ایسے ہیں جو شعر و ادب کی پرورش کی شناخت بن گئے ہیں۔ ایسے ہی اضلاع میں شہر باسم جی آج کل واشم کہا جاتا ہے کا شمار ہوتا ہے۔

صابر دانش صاحب کا تعلق اسی شہر واشم سے ہے۔ صابر دانش صاحب نے اس سرزمین سے وابستہ ہو کر حسن و عشق کی شاعری کے ساتھ ساتھ جدید اور حالات حاضرہ کی شاعری کے چراغ کو جلانے رکھنے میں صنفِ غزل کو وسیلہء اظہار بنایا ہے۔ مرحوم میرے ساتھیوں اور اچھے دوستوں میں سے تھے۔ گوکہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے ہیں مگر وہ اپنی شاعری میں جلوہ گر ہیں اور ہمیں اپنے موجود ہونے کا اجلاس دلاتے رہتے ہیں۔

محترم صابر دانش کا دوسرا مجموعہء کلام تسکین اس وقت میرے زیر نظر ہے۔ اس سے قبل ان کا پہلا مجموعہ بنام "اضطراب" طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ صابر دانش صاحب گوکہ علم سائنس کے مدرس تھے مگر پھر بھی اردو شعر و سخن ان کے مزاج اور طبیعت کا خاصہ رہا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔

شعر گوئی یقیناً ایک خداداد عطیہ ہے اور یہ صابر دانش کو بھرپور عطا ہوا ہے۔ وہ اکثر اپنے گھر پر محافل شعر کا انعقاد کرتے رہتے تھے۔ ان کی غزلوں میں رواں لفظیات کے ساتھ مترنم خیالات اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ بعض اوقات سیدھے سادے انداز میں بڑے اچھے شعر کی جاتے ہیں۔

انہوں نے نہ صرف طویل بلکہ مختصر بحر و کلام کا انتخاب کر کے بھی غزل گوئی کا حق ادا کیا ہے۔ ان کی غزل گوئی کے جوہر ان کی غزلوں کے مطلع میں نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ چند مطلع پیش ہیں جن میں سلیقہء اظہار نمایاں ہوتا ہے:-

میں اس کے پاس سے ہو کر گھر گیا کیسے
کشیدگی کا وہ احساس مر گیا کیسے

وہ ہزاروں میں چند ہوتے ہیں
جو سبھی کو پسند ہوتے ہیں

کوئی درویش ترے در پہ صدا دیتا ہے
ایک سکے میں وہ لاکھوں کی دعا دیتا ہے

خون سوکھا نہیں ہے خنجر کا
جی نہیں بھر سکا شنگر کا

زیر نظر شعری مجموعہ "تسکین" صابر دانش کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ "تسکین" کے مطالعہ سے نہ صرف دل کی دنیا آباد ہونی ہے بلکہ ایک کیف و سرور بھی حاصل ہوتا ہے۔ ایسی دل گرفتہ اور اظہار کی تازگی سے وابستہ غزلیں کہنے پر صابر دانش واقعی قابلِ مبارکباد ہیں۔ اس شعری مجموعے "تسکین" کا مطالعہ کر کے اردو کے قارئین کرام اپنے شعری ذوق کی تسکین کا اہتمام کریں گے۔
اپنے بیان کے ثبوت میں کچھ منتخب اشعار نذر قارئین ہیں۔ ویسے اس سارے مجموعے میں شاعر کی علمی بصیرت کا اعتراف کرنا ہوگا۔ حمد کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:-

کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دھکاتا ہے
سورج کی کرنوں سے پھر وہ دھرتی کو چمکایا ہے

شدید حالات میں بھی دیکھئے شاعر کا حوصلہ کتنا بلند ہے۔ شاعر نہ خود نگین حالات سے گھبراتا ہے بلکہ قارئین کو بھی حوصلہ بخشتا ہے:-

آندھیاں رخ بدل کے چلتی ہیں
حوصلے جب بلند ہوتے ہیں ۔

شاعر حقیقت پسندانہ مزاج رکھتا ہے:-

ان کو باطل سے ڈر نہیں لگتا
جو حقیقت پسند ہوتے ہیں ۔

آپ نے زندگی کے فلسفے کو اپنے اشعار میں سمودیا ہے:-

فلسفے زندگی کے اے دانش
چند شعروں میں بند ہوتے ہیں

شاعر کو اپنے وطن سے بے حد محبت ہے۔ ان میں جذبہ حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے:-

مرے بزرگ اسی خاک کا ہیں اک حصہ
وطن کی خاک مجھے خان سے بھی پیاری ہے۔

اظہار کی تازگی اور اندازِ تغزل ملاحظہ فرمائیں:-

میں سر بزم حقیقت تو بیاں کردوں پر
کوئی چپکے سے مرا ہاتھ دبا دیتا ہے ۔

چاند سے کہ دو کہ اس میں ضیا رہنے دے
سرد موسم ہے تو سورج کو جلا رہنے دے ۔

نقش سا دل پہ کر گیا میرے
آپ کا ساتھ وہ بھی پل بھر کا

میں نے افلاس کی مدارت کی
وہ تو مہمان ہے مرے گھر کا

نہ ہو سکے گی بیاں ایک وقت میں دانش
سینیں گے لوگ مری داستان قسطوں میں

وہ سیکھتا ہی جائے گا آداب گفتگو
اس کو کہیں سے صحبتِ اہل ادب ملے

تو صاحبانِ ادب، لیجئے، "تسکین" کا مطالعہ کیجئے اور اپنے شعری ذوق کو
تسکین پہنچائیں۔ والسلام

از صوفی محمد تنویر ساجد نقشبندی، واشم

احوال واقعی

انتقال سے کچھ یا مہل رقم کی گئی تحریر...

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

پہلے مجموعے اضطراب کے ابتدائی کلمات میں میں نے تسکین کے زیر ترتیب ہونے کا ذکر کیا تھا سن 2014 میں اضطراب کی اشاعت کے بعد سے ترتیب کا سلسلہ جاری تھا۔ ان 7 برسوں میں کئی مشکل مرحلوں سے گزرنا پڑا بھر کیف اضطراب کی اشاعت سے قبل اسے سوائے محترم صوفی تنویر ساجد نقشبندی صاحب کے کوئی دوسرا جید عالم عروض و فن شاعری کی نگرانی حاصل نہ تھی لیکن مجھے فخر ہے کہ تسکین کی لیے جہاں صوفی صاحب کی نگرانی حاصل ہے وہیں نوجوان ماہر عروض ادیب علمی صاحب اور کھام گاؤں کے کہنہ مشاق اور بزرگ شاعر اور مشہور زمانہ عروضی حضرت سبحان انجم صاحب بھی حاصل ہے، وہیں قیصر احمد قیصر واثم نے تسکین کے متعلق اپنی راہ کی ساتھ ہی مجموعے کی ترتیب و تزئین اپنی بھرپور صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے۔ نہ صرف مہاراشٹر بلکہ ہندوستان کی مایہ ناز شخصیت طنز و مزاح نگار محترم شکیل اعجاز صاحب اکولہ نے کلام پر تبصرہ فرما کر تسکین کی شان میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد افضل صاحب شیگاؤں مہاراشٹر نے میرے مکمل تعارف کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں جو اظہار خیال کیا ہے وہ بھی خوب ہے۔

صوفی تنویر ساجد نقشبندی گو کہ دوران ملازمت ساتھی رہے ہیں لیکن

موصوف کی شعری و ادبی صلاحیتوں کا واثم شہر میں ان کی آمد کے بعد سے قائل رہا ہوں۔ موصوف ہی کی بدولت ادبی لحاظ سے سنگلاخ اس سرزمین کی آبیاری ہوئی ہے لہذا تنویر ساجد نقشبندی صاحب کی قابل قدر رہنمائی کا میں معترف ہوں۔ معین ادیب علمی ایک نوجوان شاعر لیکن ماہر عروض و علم و فن۔ موصوف نے مسودے میں موجود خامیوں کو دور کر کے جو کارہائے نمایاں انجام دیا ہے اسے تسکین کی شکل میں قارئین ضرور محسوس کریں گے ادیب نے کم عمر میں جو بزرگی حاصل کی ہے ایسے اہل علم و فن اور شعر و سخن سے وابستہ حضرات بخوبی واقف ہیں عروض پر موصوف کی گرفت کا مجھے اعتراف ہے کہیں کہیں پریوں محسوس ہوا کہ ادیب سخت اور تلخ گو ہیں لیکن 67 برس کا میں موصوف کی ان لیاقتوں کا منکر نہیں ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ تسکین میں سطحی قسم کی شاعری اور طر حیات سے پر اشعار موجود ہیں لیکن سطحی کو بالاتر بنانے کا کریڈٹ ادیب علمی ہی کو جاتا ہے۔

تسکین میں غزلیات کو درجہ بند کر کے رملیات، مضارعات، ہزجیات، مجنثات، خفیات، متدارکات اور متقاربات میں منقسم کیا گیا ہے جو نوشق شعراء اور طلباء کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے میں ایک سائنس کا مدرس رہا ہوں کوئی عروضی نہیں ہوں یہ سب قیصر احمد قیصر کی بدولت ادیب علمی صاحب کی رہنمائی میں ممکن ہوا ہے۔ امید ہے قارئین کرام میری اس کاوش کو بھی سراہیں گے۔

مرحوم صابر دانش

حمد

کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دھکاتا ہے
سورج کی کرنوں سے پھر وہ دھرتی کو چمکاتا ہے

اُس کا نہیں ہے کوئی سراپا پھر بھی وہ موجود تو ہے
ہم اُس کو محسوس کریں تو ہم کو نظر بھی آتا ہے

کس کے اشارے پر چلتی ہیں تیز ہوائیں دھرتی پر
کوئی تو ہے جو کالی گھٹاؤں سے پانی برساتا ہے

روز اگاتا ہے وہ سورج اور ہوائیں چلتی ہیں
بادل کو برساتا ہے وہ پھولوں کو مہکاتا ہے

گرمی سردی بارش سارے موسم اس کے تابع ہیں
وہ چاہے تو سردی میں بھی انگارے برساتا ہے

نعت پاک

خدا کی مصلحت دیکھیں ہزاروں انبیاء آئے
مگر ان سب کے آخر میں امام الانبیاء آئے

جہاں جبریل کے پر جلنے لگتے ہیں تجلی سے
وہاں معراج کی شب جا کے محبوبِ خدا آئے

جہالت کے اندھیرے دور کرنے کے لیے یارو!
مرے شمس الضحیٰ آئے مرے بدر الدجی آئے

بشکل نجمِ تاباں عرش کی رفعت پہ اے دانش
ہزاروں سال پہلے ہی محمد مصطفیٰ آئے

غزلیات

سچ ہے کہ میرا تجھ پہ ہی دارو مدار ہے
پر یہ نہیں کہ تو مرا پرورد کار ہے

آنکھوں سے اس کی روشنی جاتی رہی مگر
اچھے دنوں کا اب بھی اسے انتظار ہے

دل میں اگر نہیں ہے کوئی حرص اور طمع
پر زندگی میں یار سکوں ہے قرار ہے

وعدے کئے گئے تو نبھانے کے ہوں جتن
ورنہ ہیں کیا یہ عذر، یہ راہ فرار ہے

حیرت ہے ان سے بات کئے جا رہا ہوں میں
اور دل کی دھڑکنوں پہ مرا اختیار ہے

دن کو دن رات کو وہ رات ہی کہتا ہوگا
اس کے دشمن ہیں بہت آدمی اچھا ہوگا

روبرو کس کی جسارت کہ اسے کہتا برا
نہ رہا وہ تو اسی نام کا چرچا ہوگا

وصل کی شب تو ہوئی نذر گلے شکووں کی
اب تو وہ ہجر کے ہر درد سہتا ہوگا

اس کی اصلاح کو میں نے اچھا نہ کہا
وہ مجھے بھی کبھی اچھا نہیں کہتا ہوگا

خدا کے حکم پر سب نیک کام کرتے ہیں
گناہ بھی تو اسی کے غلام کرتے ہیں

جو بات بن ہے گئی ہے انتشار کا باعث
وہ بات کیوں ہمارے امام کرتے ہیں

ہمیں ہے ناز ہمارے ہزار گرویدہ
ہمارے کام بصد احترام کرتے ہیں

محبّتوں کی یہ معراج ہے کہ بندے بھی
خدا سے مل کے خدا سے کام کرتے ہیں

انہی پہ آ کے حماقت تمام ہوتی ہے
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

وہ لوگ بھی تو سبز مند لوگ ہیں دانش
بغل میں رکھ کر چھری رام رام کرتے ہیں

بس یہی دیکھتے ہیں کینے میں
سوزش مستقل سی سینے میں

مئے بس اتنی ہو آب گینے میں
جس سے انساں رہے قرینے میں

میکدے بند کیوں ہیں سارے
وہ بھی ساون کے اس مہینے میں

کسب رزق حلال کی ہے مہک
ایک مزدور کے پسینے میں

زندگی جب سے ہو گئی دشوار
لطف، آنے لگا ہے جینے میں

کھیلتے رہتے ہیں جذبات کے انگاروں سے
امن کی کیسے توقع ہو قلم کاروں سے

رابطے جس کے ہیں آئین کے غداروں سے
کیا کرے خاک وفا اپنے وفاداروں سے

اس کی تعمیر کی خامی کی وجوہات ہیں کیا
کوئی پوچھے تو کبھی قوم کے معماروں سے

شمس کے سر سے ہٹے گی جو گھنا کی چادر
دھوپ آنگن میں اتر آئے گی دیواروں سے

حسن پر اس کے بھی آنچ نہ آنے دانش
ہے گزارش یہی اردو کے قلم کاروں سے

وہ روشنی جو ہمیشہ سفر میں رہتی ہے
فلک پہ چاند ستاروں کے گھر میں رہتی ہے

وہ نیم شب میں نہ دوپہر کی تمارت میں
شفق نمائش شام و سحر میں رہتی ہے

تمام جسم ہی مسکن ہے اس محبت کا
یہ ذہن و دل میں جگر میں نظر میں رہتی ہے

شجاعتیں نہیں پائیں گی پرورش اس سے
وہ ماں جو سایہ خوف و خطر میں رہتی ہے

وفا کے اور جفاؤں کے ہیں جدا مسکن
وفا تو دل میں حنا چشم تر میں رہتی ہے

تجھ کو سکون قلب ملے ابتدا تو کر
خود سے کیا ہوا کوئی وعدہ وفا تو کر

لازم نہیں کہ میرے کہے پر کرے عمل
باتوں کو میری غور سے لیکن سنا تو کر

جو ان کا کام ہے وہ کرے گی دوائیاں
لیکن دوا کے ساتھ صحت کی دعا تو کر

دانش تو اپنے آپ کو اچھا کہے مگر
کیوں ہے ترے خلاف زمانہ پتا تو کر

جانے کیوں مجھ سے ہوا تھا وہ خفا یاد نہیں
کون سی ہوگئی تھی مجھ سے خطا یاد نہیں

میری مایوس نگاہوں کی طلب پہچانو
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

سب کو ہیں اپنے مقدر سے گلے اور شکوے
رب کی کیا کیا ہیں عنایات و عطا یاد نہیں

نکھت گل کو لئے ساتھ چلا کرتی تھی
کیا تجھے یاد ہے، اے باد صبا یاد نہیں

میں تو اس کو ہی منانے میں لگا رہتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ دانش کو خدا یاد نہیں

ہے اب یہ کام ترا انتظار کرنا بھی
تمام رات ستارے شمار کرنا بھی

کٹھن ہے اب یہاں ایمان کا تحفظ اور
یہاں یہاں کی روش اختیار کرنا بھی

نہیں ہے کوئی وفا داریوں کا پیانہ
مگر مجھے ہے ترا اعتبار کرنا بھی

ہمارے آبا و اجداد نے سکھایا ہے
وطن پہ اپنے ہمیں جاں نثار کرنا بھی

چادر بھلے ہی قد کے برابر نہیں رکھتے
چوکھٹ پہ تو نگر کی مگر سر نہیں رکھتے

جو دل میں ہے پڑھ لو وہی چہرے پہ لکھا ہے
اپنوں سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتے

رکھتا ہے وہ جس حال میں اس حال میں خوش ہیں
مانا کہ سکندر سا مقدر نہیں رکھتے

یارب تجھے بھا جائیں عبادت کی ادائیں
یہ سچ ہے ہم اوصاف قلندر نہیں رکھتے

گر ہے وہ رسائی میں تو کر لیتے ہیں پوری
دانش کسی خواہش کو دبا کر نہیں رکھتے

ملا ل خوب ہوا، اس کا اختتام تو کر
غم حیات کے قصہ کو اب تمام تو کر

مسر تیں ترے دامن میں لا کے ڈالوں گا
تو اس کے بعد کی سانسوں کو میرے نام تو کر

نصیحتوں سے سنور جائے زندگی تیری
سن ان کی بات، بزرگوں کا احترام تو کر

حلال رزق اگر چاہتا ہے اے بندے
جو شے حرام ہے، خود پر اسے حرام تو کر

یہ خامشی تو مسائل کا حل نہیں ہرگز
نکل ہی آئے گا کھل کر کوئی کلام تو کر

اگر تو چاہتا ہے لوگ تیرے کام آئیں
تو آڑے وقت میں تو ان کا کوئی کام تو کر

کچھ ایسے بھی احباب ہیں ارباب سخن میں
شامل نہیں ہوتے ہیں کبھی بزم سخن میں

شعراء اور ادیبوں کے دیے خون کے باعث
اردو بھی سلامت ہے مرے پیارے وطن میں

شیدائی میں اردو کا ہوں اردو ہے مری جان
شامل ہے مرا نام بھی خدام سخن میں

اللہ رے ہو جائیں نہ ہم فرض سے غافل
دیوانے ہو ہی جاتے ہیں اس زوق سخن میں

معیار کے پیمانے پہ اترے مری کاوش
اے کاش پہنچ جائے مری بات و زن میں

دانش یوں ہی بے داغ گذر جا مری عمر
لگتے ہیں تو لگ جائیں سو داغ کفن میں

آنکھیں رکھائیے چاہے یہ برق و شرر مجھے
خوف بلا مجھے نہ حوادث کا ڈر مجھے

ہجرے کی چھت کو تکتے ہوئے شب گذر گئی
حیرت سے تک رہے ہیں یہ دیوار و در مجھے

ممنون ہوں میں اپنے ہی ذوق سخن کا یوں
پہچاننے لگا ہے یہ سارا شہر مجھے

تنہا رہ حیات پہ چلنا محال ہے
کر لیجیے جناب شریک سفر مجھ سے

مجھ سے کسی کا دل نہیں ٹوٹے خدا کرے
پہنچے مری بلا سے ہزاروں ضرر مجھے

تسکین ذوق قافیہ پیمائیاں مری
آیا نہ شاعری کا ابھی تک ہنر مجھے

دانش غم فراق میں یہ حال ہو گیا
ان کی خبر انہیں ہے نہ اپنی خبر مجھے

جھکانا سر کو ترے در پہ ہے روایت کیا
تو پھر بتا کہ ریا کیا ہے اور عبادت کیا

اگر نہ ہو کوئی پابند آئین و دستور
تو اسکے واسطے پھر جرم کیا عدالت کیا

ہیں آپ ان دنوں کچھ کچھ خفا خفا مجھ سے
ہوئی ہے شان میں کچھ آپ کی اہانت کیا

ظہور ہونے لگا پیش گوئی کا یارب
تو عنقریب ہی آنے کو ہے قیامت کیا

اگر ہو دوست کوئی دشمنی پہ آمادہ
تو ایسے دوست سے یاری ہو کیا عداوت کیا

کچھ ضمیروں کے خریدار ہوا کرتے ہیں
قصبے قصبے میں یہ بازار ہوا کرتے ہیں

خودشی جرم ہے جینے کا مزہ لے پیارے
زندگی سے کبھی بیزار ہوا کرتے ہیں

سر قلم کرتے ہیں الفاظ کی شمشیروں سے
وہ قلم کار قلم کار ہوا کرتے ہیں

مفلسی جن کو قناعت کا سبق دیتی ہے
وہ تو کردار سے زردار ہوا کرتے ہیں

بستر مرگ یہ کہتی ہے ضعیفی ہم سے
مرحلے زیست کے دشوار ہوا کرتے ہیں

درد بن جائے جو سورج کی تمازت دانش
سائے بھی راہ کی دیوار ہوا کرتے ہیں

تیری آمد کی منتظر آنکھیں
راہ نکلتی ہیں نامہ بر آنکھیں

کان پر کون اعتبار کرے
صرف ہوتی ہیں معتبر آنکھیں

دیکھ لے ان میں ہے جو گہرائی
ان کی آنکھوں میں ڈال کر آنکھیں

آدمی راہ بر نہیں ہوتا ہے
صرف ہوتی ہے راہ بر آنکھیں

ہو گئے ہم بھی گویا غم دیدہ
دیکھ کر ان کی تربتر آنکھیں

حادثے ان کو چھو نہیں سکتے
جن کو رکھتی ہیں باخبر آنکھیں

آج بھی خوب جانتی ہیں یہ
تیری ہر ایک رہ گزر آنکھیں

خود پر یوں ستم تو گوارا نہ کیجئے
اپنی ہی خواہشات کو مارا نہ کیجئے

ایسا نہ ہو کہ بار گزرنے لگے تمہیں
اتنا بھی احترام ہمارا نہ کیجئے

ہو جائے نا شکار کوئی نامراد عشق
آنکھوں سے ایسا کوئی اشارا نہ کیجئے

اس کے تلے دہوں تو کہیں دم نہ توڑ دوں
احسان مجھ پہ ایسا خدارا نہ کیجئے

آئے گی کوئی موج بلا لے کے جائے گی
موجوں کی برہمی کا نظارا نہ کیجئے

دانش جو کوئی کام سے روکے تمہیں ضمیر
پھر اپنے آپ سے تو کنارا نہ کیجئے

میں ڈھونڈتا رہوں گا اسے جانے کب ملے
مسجد میں مدرسے میں کہیں پر تو رب ملے

اس شوخ نے کہا کہ کہو مدعا ہے کیا
ایسے کھلے کہ پھر نہ کبھی لب سے لب ملے

وہ سیکھتا ہی جائے گا آداب گفتگو
اس کو کہیں صحبت اہل ادب ملے

اللہ رے یہ عشق کے ماروں کی جستجو
دیدار یار کا کہیں کوئی سبب تو ملے

دانش زمین پر ہو اگر کثرت گناہ
کیا جانے کیسی شکل میں غیض و غضب ملے

بھر نے والا اڑان ہے شاید
وہ بہت خوش گمان ہے شاید

ظلم سہتا ہے کچھ نہیں کہتا
وہ کوئی بے زبان ہے شاید

اپنے لب میں نے خود ہی سی ڈالے
اب اسے اطمینان ہے شاید

جانے کیوں دور دور رہتا ہے
مجھ سے کچھ بد گمان ہے شاید

بے سبب کب زمیں لرزتی ہے
کچھ خفا آسمان ہے شاید

بات کرتا ہے پھول جھڑتے ہیں
اس کی اردو زبان ہے شاید

اللہ نعتیں مری جھولی میں ڈال دے
جتنا بھی دے مجھے، مجھے رزق حلال دے

ناداں جو تیرے حق میں تری ماں دعا کرے
مولیٰ تری ہر ایک مصیبت کو ٹال دے

بچے کو تربیت سے بنائے رہو خلیق
ایسا نہ ہو کسی کی وہ پگڑی اچھال دے

غصے کے گھونٹ ضبط کے پانی میں گھول کر
پینے کا ظرف مجھ کو مرے ذوالجلال دے

اس کے لئے جیوں میں اس کے لئے مروں
ملت کا درد بس مرے سینے میں ڈال دے

ابھی ہے وقت تو سوچو قضا کے بارے میں
جزا کے ضمن میں اپنی سزا کے بارے میں

نئے علوم سے گمراہیوں کے باعث ہی
بدل رہے ہیں عقائد خدا کے بارے میں

یہ مٹ کے پھر سے نئی زندگی میں ڈھلتی ہے
مرا خیال یہی ہے حنا کے بارے میں

وہ لوگ عشق و محبت سے واسطہ نہ رکھیں
جو جانتے ہی نہیں ہیں وفا کے بارے میں

ہماری آپ سے اک التماس ہے دانش
خدا کے واسطے سوچیں خدا کے بارے میں

جب سے یہ شاعری کا مجھے کام لگ گیا
بازار میں ادب کے مرا نام لگ گیا

اک بار اس کی سمت اٹھی تھی مری نظر
اس دن سے اس کے ساتھ مرا نام لگ گیا

ہونٹوں سے اس کے یہ ہوا اک جام لگ گیا
وہ شخص میکدے سے سرشام لگ گیا

جس نے وفا کے واسطے سب کچھ لٹا دیا
اس پر ہی بے وفائی کا الزام لگ گیا

بد حال گھومتا ہے یہ کوچوں میں آج کل
کس کام میں یہ عاشق ناکام لگ گیا

جیسے ہی مختوں سے ہوئے ہم کنارہ کش
آکر ہمارے جسم کو آرام لگ گیا

پھر چاند سے جو لوٹ کے انسان آئیں گے
وہ سارے بن کے صاحب ایمان آئیں گے

کوئے کو دانے ڈال کے خاموش کر دیا
کم بخت بولتا تھا کہ مہمان آئیں گے

خاموش ہوں تو اس میں زمانے کی خیر ہے
لب کھولنے لگوں گا تو طوفان آئیں گے

جھوٹی ستائشوں پہ نوازا بھی جائے گا
سچ بولنے پر قتل کے فرمان آئیں گے

مشکل پڑے جو آن تو احباب سب مرے
اپنی ہتھیلیوں پہ لئے جان آئیں گے

محشر میں اپنے سینوں میں قرآن کو لئے
گر آئیں گے تو حافظ قرآن آئیں گے

اک خوفناک رات کا منظر لئے ہوئے
بادل ہے اپنے سر پر سمندر لئے ہوئے

پہنچے جنون عشق میں ہم اس مقام پر
وہ بھی ہیں اپنے ہاتھ میں پتھر لئے ہوئے

کیا جانے اس کے بعد اسے آیا یاد کیا
قاتل بلک رہا تھا مرا سر لئے ہوئے

کل ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ حادثہ
واعظ تھا اپنے ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے

ہر شخص آگے بڑھنے کے کرتا ہے سو جتن
بار غم حیات کو سر پر لئے ہوئے

فکر معاش اور غم روز گار میں
لب پر ہوں شکوہ ہائے مقدر لئے ہوئے

وہ دیکھے جا رہا ہے سمندر میں ڈالنے
سورج ہر اک بدن سے پسینہ نچوڑ کر

اب اتحاد کے سوا چارہ نہیں کوئی
آؤ دلوں سے پھینک دیں کینہ نچوڑ کر

بار گراں سی ہو گئی کنبہ کی پرورش
میں پیٹ پالتا ہوں مہینہ نچوڑ کر

جب مفلسی نے دودھ ہی بننے نہیں دیا
ماں نے پلایا خون ہے سینہ نچوڑ کر

کون ہے جو سورج کے اندر انگارے دھکاتا ہے
سورج کی کرنوں سے پھر وہ دھرتی کو چکاتا ہے

اس کا نہیں ہے کوئی سراپا پھر بھی وہ موجود تو ہے
ہم اس کو محسوس کریں تو ہم کو نظر بھی آتا ہے

کس کے اشاروں پر چلتی ہیں تیز ہوائیں دھرتی پر
کوئی جو کالی گھٹاؤں سے پانی برساتا ہے

روز اگاتا ہے وہ سورج اور ہوائیں چلتی ہیں
بادل کو برساتا ہے وہ پھولوں کو مہکاتا ہے

گرمی سردی بارش سارے موسم اس کے تابع ہیں
وہ چاہے تو سردی میں بھی انگارے برساتا ہے

اس کی قدرت کل عالم پر اس کے جلوے ہر منظر
چودھویں شب میں اس دھرتی پر چاند اتر کر آتا ہے

میری جسارت کیا ہے دانش جو میں لوں قرطاس و قلم
وہ ہے جو خود مجھ سے اپنی حمد و ثنا لکھواتا ہے

اللہ میرے تیری اطاعت سی آگئی
ڈھلنے لگی ہے عمر ہدایت سی آگئی

بے لوث خدمتوں کے زمانے تو لد گئے
اور اب خلوص میں بھی سیاست سی آگئی

اپنی طرف سے میں نے رویہ بدل لیا
اس کے بھی دل میں میری حمایت سی آگئی

مرکز تھا نگاہ کا جو پیکر جمال
جب اس کے لب کھلے تو قیامت سی آگئی

دانش ہوئے وہ غیر سے جب ہم کلام
تب دل میں نہ جانے کیسے عداوت سی آگئی

ہم بھی بہک کے ان کی شرارت میں آ گئے
کچھ شر پسند لوگ سیاست میں آ گئے

قائد بنا ہوں جب سے میں خود اپنے آپ کا
دشمن بھی چل کے میری قیادت میں آ گئے

یہ مجھ کو جانتی ہیں انہیں جانتا ہوں میں
ان مشکلوں کے حل مری عادت میں آ گئے

جب جب مرے خلاف اتر آئے میرے یار
میرے رقیب میری حمایت میں آ گئے

اک اس نے مسکرا کے ذرا دیکھ کیا لیا
ہم ہو گئے اسیر حراست میں آ گئے

یہ شمس و قمر اس کی عطا ہے کہ نہیں ہے
وہ مالک کل ارض و سما ہے کہ نہیں ہے

مومن ہے تو وحدت کا سبق یاد رہے گا
پھر تو ہی بتا ایک خدا ہے کہ نہیں ہے

ملتے ہیں زمیں اور فلک پر وہی جلوے
اللہ ترا ایک پتا ہے کہ نہیں ہے

اس نے تو بنا رکھا ہے پہلے ہی کیلنڈر
دنیا کی ہر ایک شے کو فنا ہے کہ نہیں ہے

میں اس کے پاس سے ہو کر گزر گیا کیسے
کشیدگی کا وہ احساس مر گیا کیسے

وفا کے ذکر پہ اتنا شدید رد عمل
کنول کے پھول سا چہرہ اتر گیا کیسے

جدھر نگاہیں اٹھانے پر جرم عائد ہے
مجال دیکھنیے میری ادھر گیا کیسے

ملی تو ہوگی نظر سے نظر کہیں ورنہ
مریض عشق کا درد جگر گیا کیسے

بہادری میں جو اپنی مثال ہے خود ہی
وہ اپنے آپ کے سائے سے ڈر گیا کیسے

باطل کا میرا یار طرف دار ہو گیا
اپنی نظر میں آپ خطا وار ہو گیا

بازار سے خرید رہا ہے وہ نیکیاں
دولت ملی تو صاحب کردار ہو گیا

پہلے وہ ڈھونڈتا رہا کچھ خامیاں مری
آخر میں میرے فن کا پرستار ہو گیا

کچھ فیصلوں نے کہنے پہ مجبور کر دیا
منصف تو اہل زر کا طرف دار ہو گیا

تسکین زوق ہے یہ مری شاعری بھی ہے
جس کے سبب میں آج کا فن کار ہو گیا

ہے یقین اس دل میں تب جگہ بنائیں گے
ان کی انجمن میں جب ہم غزل سنائیں گے

آندھیاں چلیں گی اور زلزلے بھی آئیں گے
اس زمین پر جب جب ظلم دندنائیں گے

آپ کا عطا کردہ غم ہمارا سرمایہ آپ بھول جائیں گے
آپ بھول جائیں گے ہم نہ بھول پائیں گے

یہ زمیں لرزتی ہے آسان روتا ہے
ہم جو سہہ رہے ہیں وہ آپ سہہ نہ پائیں گے

سیکڑوں ستم سہہ کر متحد نہ ہو پائے
نوجوان کیسے یہ انقلاب لائیں گے

جانا ہے ساری عمر یہیں پر گزار کر
تو پھر وطن پہ تو بھی دل و جاں نثار کر

دے زندگی تو سب کو ہی صحت کے ساتھ دے
صحت ملے تو ایک سو پچیس پار کر

حسن اور جمال اور بھی ہو جائیں تابناک
دوشیزاء حیات کی زلفیں سنوار کر

اک حادثے کی زد سے میں بچ کر نکل گیا
اور ماں نے دے دیے کئی صدقے اتار کر

ضمیر رکھ کے اگر بے ضمیر ہو جاتے
تو پھر نگاہ میں اپنی حقیر ہو جاتے

خدا کی دین پر کی ہیں قناعتیں کیا کیا
جو چاہتے تھے تو ہم بھی امیر ہو جاتے

جو چند خامیاں ہم سے نکل گئی ہوتیں
زمانے بھر کے لئے بے نظیر ہو جاتے

کیا نہ ہم نے مقدر پہ اکتفا ورنہ
ہم اپنے ہاتھ کی چھوٹی لکیر ہو جاتے

خدا کا شکر کہ دل سخت ہو گیا دانش
نہیں تو ہجر کے غم کے امیر ہو جاتے

دکھادے کی جو بھی بھلائی کرے گا
وہ اپنی ہی خود جگ ہنسائی کرے گا

بنے گا یقیناً جہنم کا ایندھن
جو بندوں پر اپنی خدائی کرے گا

ضعیفی یہ سنے سجانے لگی ہے
بڑا ہو کے بیٹا کمائی کرے گا

گناہوں سے بڑھ کر اگر نیکیاں ہوں
تو غلہ بریں تک رسائی کرے گا

جو راہوں سے دانش بھٹکنے لگا ہو
وہ ملت کی کیا رہنمائی کرے گا

رہیں یہ ساتھ تو حالات بدل جاتے ہیں
حادثے ماں کی دعاؤں سے ہی ٹل جاتے ہیں

کھینچتا رہتا ہوں میں ان کو مہینوں اندر
پاؤں پھر بھی مری چادر سے نکل جاتے ہیں

نفرتوں سے بھری جب تیز ہوا چلتی ہے
دیکھتے دیکھتے حالات بدل جاتے ہیں

خوب صورت وہ انداز تکلم ان کے
دے کے مجھ کو کئی عنوان غزل جاتے ہیں

کہتے ہیں شعر جو ہم بزم سخن میں دانش
کچھ نہ کچھ دے کے وہ پیغام عمل جاتے ہیں

کوئی جب خود کفیل ہوتا ہے
دوسروں کی سبیل ہوتا ہے

جس میں صورت کے ساتھ سیرت ہو
وہ حسین و جمیل ہوتا ہے

رہ نماؤں کا رہنما اکثر
راہ کا سنگ میل ہوتا ہے

سر اٹھاتا ہے جب کوئی فرعون
غرق دریائے نیل ہوتا ہے

نفس کی بات ماننے والا
دو جہاں میں ذلیل ہوتا

یہ مانا ہے نہیں سوزِ بلالی ان ازانوں میں
صدائیں آکے ٹکراتی ہیں لیکن روزِ کانوں میں

نئے اقدام ہیں اب کے برس ان آشیانوں میں
دکھاتی ہے دکھائے برقِ جلوے آسمانوں میں

انہیں حق بات کہنے سے کوئی تلوار کیا روکے
خدا صدیق جیسی دے صداقت نوجوانوں میں

اگر دل جیتنا چاہو تو اردو بول کر جیتو
نہیں اردو کے جیسا فاتحِ عالم زبانوں میں

خبرِ طوفان کی سن کر حفاظت کے جتن کرتے
ڈرے سہمے ہوئے بیٹھے ہیں سب اپنے مکانوں میں

زباں کا قتل ان کی زیرِ نگرانی ہوا دانش
حفاظت کا نہیں جذبہ ادب کے پاسبانوں میں

زمانے کی نظروں میں وہ معتبر ہے
وہ انساں کہ جس کی خدا پر نظر ہے

دعا دل سے نکلے تو مقبول ہوگی
زباں ہی سے نکلی دعا بے اثر ہے

بھلا اتنی ساری میں کیسے اٹھاؤں
کئی تہمتیں ہیں اور اک میرا سر ہے

سفر کی طوالت نہ محسوس ہوگی
اگر خوبصورت شریکِ سفر ہے

جیا جب تلک چھپ نہ پایا وہ دانش
مگر موت کی سرخیوں میں خبر ہے

دوش پر اپنے حوادث کو اٹھانا ہوگا
دل میں احساسِ خودی پھر سے جگانا ہوگا

میں نے ہر رنگ میں جینے کی قسم کھائی ہے
زندگی تجھ کو میرا ساتھ نبھانا ہوگا

بندگی سر کو جھکانے سے نہیں ہوتی ہے
آپ کو سر ہی نہیں دل بھی جھکانا ہوگا

کفر آجائے گا ایمان کی جانب چل کر
لب پہ ابلیس کے وحدت کا ترانہ ہوگا

کوششیں رائیگاں ہرگز نہیں جاتیں دانش
کوششوں سے تری ٹھوکر میں زمانہ ہوگا

بارہا میں نے تو پکارا تھا
ان کو ملنا کہاں گوارا تھا

زلزلے سے بچے ہوئے لوگو!
زلزلہ صرف اک اشارا تھا

ہم عبادتِ فلک پہ کر لیتے
کیوں زمیں پر ہمیں اتارا تھا

آج تم اس پہ ہو گئے قابض
ورنہ یہ گھر فقط ہمارا تھا

مصلحت سامنے رہی ورنہ
سر جھکانا کسے گوارا تھا

کاش اس وقت منہ دبا دیتے
جب بغاوت نے سر ابھارا تھا

تمام عمر مشقت بھری گزاری ہے
مشقتوں نے مری زندگی سنواری ہے

لگی ہو آگ تو اس آگ کو بجھا دینا
ہماری آپ کی ہم سب کی ذمہ داری ہے

یہ صرف بات ہی کرتی ہے اپنے عاشق سے
اسی لیے تو غزل آج بھی کنواری ہے

مرے بزرگ اسی خاک کا ہیں اک حصہ
وطن کی خاک مجھے جان سے بھی پیاری ہے

یہ حادثات ہمیں جانتے ہیں صدیوں سے
ہماری ان سے تو گویا پرانی یاری ہے

ہمیں سلوک کا ہر امتحان لینا ہے
تمہارا دور ہے یہ اب تمہاری باری ہے

خون سوکھا نہیں ہے خنجر کا
جی نہیں بھر سکا سنگمر کا

آندھیوں کی خبر تو آئی ہے
حال اچھا نہیں ہے چھپر کا

جب سے دیکھا ہے جوش دریا کا
دل دہلنے لگا سمندر کا

نقش سا دل پہ کر گیا میرے
آپ کا ساتھ وہ بھی پل بھر کا

آئینے بیچنے سے کیا ڈرنا
یہ زمانہ نہیں ہے پتھر کا

میں نے افلاس کی مدارت کی
وہ تو مہمان ہے مرے گھر کا

لوٹ آنے کا شکریہ صاحب
پھر نہ جانے کا شکریہ صاحب

روح پرواز کر گئی ہوتی
مسکرائے کا شکریہ صاحب

ہر لیاقت نکھر گئی میری
آزمانے کا شکریہ صاحب

جس بہانے میں یاد آتا ہوں
اس بہانے کا شکریہ صاحب

بھولے برے مرے ترانے کو
گنگنانے کا شکریہ صاحب

میں نے کی تھی جو ایک گستاخی
بھول جانے کا شکریہ صاحب

آگیا ہے مجھے منانا بھی
روٹھ جانے کا شکریہ صاحب

وہ رکھیں آسمان سے مطلب
جن کو اونچی اڑان سے مطلب

کس کو دہشت میں روز جینا ہے
سب کو امن و امان سے مطلب

سر چھپانا ہمارا مقصد ہے
ہم کو ہے سائبان سے مطلب

اس کی کھاتے ہیں اس کی گائیں گے
ہم کو ہندوستان سے مطلب

ہم پہ گیتا کا مان لازم ہے
پر ہمیں ہیں قرآن سے مطلب

جو پسینے سے حوصلے پائے
اس کو کیا ہو تھکان سے مطلب

خرید تو بھی ذرا آن بان قسطوں میں
کہ پل رہے ہیں کئی خاندان قسطوں میں

وہ لوگ اور تھے یک مُشت جان دیتے تھے
چڑھا رہا ہوں میں سولی پہ جان قسطوں میں

مرا وجود بھی ٹکڑوں میں بٹ گیا جب سے
میں چاہتا ہوں ملے اک مکان قسطوں میں

رہ حیات میں کچھ ٹھوکریں ضروری ہیں
کسی بزرگ کا کہنا بھی مان قسطوں میں

سکون و چین سے جیتے تھے سب ہی ماضی میں
ملے ہے آج تو امن و امان قسطوں میں

نہ ہو سکے گی بیاں ایک وقت میں دانش
سین گے لوگ تمہاری داستان قسطوں میں

اس زندگی سے ایک لڑائی لڑا ہوں میں
تب جا کے اس مقام پہ آکر کھڑا ہوں میں

میری انا سے مجھ کو اجازت نہیں ملی
اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ضد پر اڑا ہوں میں

قد کا نہیں بڑا پہ جسارت تو دیکھیے
کتنے بڑے بڑوں کے برابر کھڑا ہوں میں

اب ذمہ داریوں کی سزا جھیلنی پڑی
میرا قصور یہ ہے کہ گھر میں بڑا ہوں میں

دنیا ضروریات کو پورا بھی کر چکی
اپنی ضروریات کے پیچھے پڑا ہوں میں

اپنے پدر کے حکم کی تعمیل نہ کروں
ہوں میں بڑا مگر کہاں اتنا بڑا ہوں میں

ہیں آپ جوہری تو پرکھنا ہے آپ کو
اپنے ہر ایک شعر میں موتی جڑا ہوں میں

دانش ہوا ہوں جب بھی گناہوں کا مرتکب
تب تب ندامتوں کی زمیں میں گڑا ہوں میں

انجمن میں جو میں نے سنائی غزل
وہ ہر اک شخص کے من کو بھائی غزل

جب غزل کا کوئی حق ادا نہ ہوا
دل ہی دل میں بہت تلملای غزل

اپنے محبوب سے بات کیسے کروں
سوچتے سوچتے ڈبڈبائی غزل

ذکر محبوب کا آگیا درمیاں
شرم آئی اسے کسمسائی غزل

صرف اردو کی میراث تھی یہ کبھی
ہو گئی جیسے دانش پرانی غزل

کوئی درویش ترے در پہ صدا دیتا ہے
ایک سکتے میں وہ لاکھوں کی دعا دیتا ہے

بھولنے والوں کو وہ خود بھی بھلا دیتا ہے
وہ جو راضی ہو تو تقدیر بنا دیتا ہے

میں سر بزم حقیقت تو بیاں کردوں پر
کوئی چپکے سے مرا ہاتھ دبا دیتا ہے

کوئی بندہ کسی بندے کو بھلا کیا دے گا
جو بھی دیتا ہے وہ بندے کو خدا دیتا ہے

اس کے دل میں بھی کبھی جھانک کے دیکھیں دانش
وہ جو روتے ہوئے لوگوں کو ہنسا دیتا ہے

اس چشمِ التفات نے شاعر بنا دیا
اتنی سی ایک بات نے شاعر بنا دیا

میرا سخوری سے کوئی واسطہ نہ تھا
ان کی ملاحظات نے شاعر بنا دیا

ان سے کشیدگی مری لفظوں میں ڈھل گئی
ترکِ تعلقات نے شاعر بنا دیا

تھے دن کی روشنی میں خیالات منتشر
لیکن سیاہ رات نے شاعر بنا دیا

دانش سبھی نے یوں تو سراہا مجھے مگر
ان کی نوازشات نے شاعر بنا دیا

ضمیر رکھ کے اگر بے ضمیر ہو جاتے
تو پھر نگاہ میں اپنی حقیر ہو جاتے

خدا کی دین پہ کی ہیں قناعتیں کیا کیا
جو چاہتے تھے تو ہم بھی امیر ہو جاتے

جو چند خامیاں ہم سے نکل گئی ہوتیں
زمانے بھر کے لیے بے نظیر ہو جاتے

کیا نہ ہم نے مقدر پہ اکتفا ورنہ
ہم اپنے ہاتھ کی چھوٹی لکیر ہو جاتے

خدا کا شکر کہ دل سخت ہو گیا دانش
نہیں تو ہجر کے غم کے اسیر ہو جاتے

رہیں یہ ساتھ تو حالات بدل جاتے ہیں
حادثے ماں کی دعاؤں سے ہی ٹل جاتے ہیں

کھینچتا رہتا ہوں میں ان کو مہینوں اندر
پاؤں پھر بھی مری چادر سے نکل جاتے ہیں

نفرتوں سے بھری جب تیز ہوا چلتی ہے
دیکھتے دیکھتے حالات بدل جاتے ہیں

خوب صورت سے وہ اندازِ تکلم ان کے
دے کے مجھ کو کئی عنوان غزل جاتے ہیں

کہتے ہیں شعر جو ہم بزمِ سخن میں دانش
کچھ نہ کچھ دے کے وہ پیغام عمل جاتے ہیں

ارادے ہیں جواں تو حوصلوں سے ناتواں کیوں ہو
اگر ہو ناتواں تو یارِ زیرِ آسماں کیوں ہو

نہ میں میں ہوں نہ تم تم ہو کہ میں اور تم بنے ہیں ہم
تو دیوارِ تکلف پھر ہمارے درمیاں کیوں ہو

وفا کی آزمائش ہی اگر مقصدِ سبھی کا ہے
زمانے میں ہمارا ہی ہمیشہ امتحان کیوں ہو

ابھی تک فرق باقی ہے امیری اور غریبی میں
میں پہلے سے زمیں ہوں تم ابھی تک آسماں کیوں ہو

کبھی ہے خوف رہبر کا کہیں رہزن کا خطرہ ہے
بتائیں آپ پھر کوئی شریکِ کارواں کیوں ہو

مجھے احساس ہوتے رہتا ہے اکثر نہ جانے کیوں
کوئی اپنوں پہ دانش آخرش بارِ گراں کیوں ہو

باطل کا میرا یار طرف دار ہو گیا
اپنی نظر میں آپ خطاوار ہو گیا

بازار سے خرید رہا ہے وہ نیکیاں
دولت ملی تو صاحبِ کردار ہو گیا

پہلے وہ ڈھونڈتا رہا کچھ خامیاں مری
آخر میں میرے فن کا پرستار ہو گیا

کچھ فیصلوں نے کہنے پہ مجبور کر دیا
منصف تو اہل زر کا طرف دار ہو گیا

تسکینِ ذوق ہے یہ مری شاعری بھی ہے
جس کے سبب میں آج کا فن کار ہو گیا

چاہتے تم تو مجھے کچھ تو سہارا کرتے
کیوں رہے میری تباہی کا نظارا کرتے

آج خوشیاں مرے قدموں میں بچھی جاتی ہیں
کل اگر آپ مرا ساتھ گوارا کرتے

خسکیاں ہم کو میسر ہی نہیں ہو پاتیں
گر یہ دریا نہ سمندر سے کنارہ کرتے

گردشِ وقت کا ہر ایک ستم سہہ لیتا
اپنی آنکھوں سے مجھے صرف اشارہ کرتے

ہار کے غم سے تعارف تو اسے ہو جاتا
ہم اگر جیت کے ہر بار نہ ہارا کرتے

ابھی ہے وقت تو سوچو قضا کے بارے میں
جزا کے ضمن میں اپنی سزا کے بارے میں

نئے علوم سے گمراہیوں کے باعث ہی
بدل رہے ہیں عقائد خدا کے بارے میں

یہ مٹ کے پھر سے نئی زندگی میں ڈھلتی ہے
مرا خیال یہی ہے حنا کے بارے میں

وہ لوگ عشق و محبت سے واسطہ نہ رکھیں
جو جانتے ہی نہیں ہیں وفا کے بارے میں

ہماری آپ سے اک التماس ہے دانش
خدا کے واسطے سوچیں خدا کے بارے میں

عصمتیں چینی ہیں حسن کے بازاروں میں
حوصلے کم نہیں ہوتے ہیں خریداروں میں

عشق اور مشک چھپانے سے نہیں چھپتے ہیں
سرخیاں بن کے چمک جاتے ہیں اخباروں میں

حاکم وقت مظالم پہ ترے کچھ لکھیں
اتنی ہمت کہاں خبروں کے قلم کاروں میں

درد تقسیم کا سینے میں چھپا ہے لیکن
ہم سمجھدار بھی شامل تھے خطا کاروں میں

موت سے خوف یہ عشاق کہاں کھاتے ہیں
چاہے چنوا دیا جائے انہیں دیواروں میں

ان کی تعظیم ہے ہر شخص پہ لازم دانش
وہ جو حفاظ نظر آتے ہیں دستاروں میں

کچھ ضمیروں کے خریدار ہوا کرتے ہیں
قصبے قصبے میں یہ بازار ہوا کرتے ہیں

خودکشی جرم ہے جینے کا مزہ لے پیارے
زندگی سے کبھی بیزار ہوا کرتے ہیں

سر قلم کرتے ہیں الفاظ کی شمشیروں سے
وہ قلم کار قلم کار ہوا کرتے ہیں

مفلسی جن کو قناعت کا سبق دیتی ہے
وہ تو کردار سے زردار ہوا کرتے ہیں

بسترِ مرگ پہ کہتی ہے ضعیفی ہم سے
مرحلے زیست کے دشوار ہوا کرتے ہیں

درد بن جائے جو سورج کی تمازت دانش
سائے بھی راہ کی دیوار ہوا کرتے ہیں

اک خوفناک رات کا منظر لیے ہوئے
بادل ہے اپنے سر پہ سمندر لیے ہوئے

پہنچے جنونِ عشق میں ہم اس مقام پر
وہ بھی ہیں اپنے ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے

کیا جانے اس کے بعد اسے آیا یاد کیا
قاتل بلک رہا تھا مرا سر لیے ہوئے

کل ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ حادثہ
واعظ تھا اپنے ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے

ہر شخص آگے بڑھنے کے کرتا ہے سو جتن
بارِ غمِ حیات کو سر پر لیے ہوئے

فکرِ معاش اور غمِ روزگار میں
لب پر ہوں شکوہ ہائے مقدر لیے ہوئے

خود پر ہو یوں ستم تو گوارا نہ کیجئے
اپنی ہی خواہشات کو مارا نہ کیجئے

ایسا نہ ہو کہ بار گزرنے لگے تمہیں
اتنا بھی احترام ہمارا نہ کیجئے

ہو جائے نا شکار کوئی نامرادِ عشق
آنکھوں سے ایسا کوئی اشارا نہ کیجئے

اس کے تلے دہوں تو کہیں دم نہ توڑ دوں
احسان مجھ پہ ایسا خدارا نہ کیجئے

آئے گی کوئی موج بلا لے کے جائے گی
موجوں کی برہمی کا نظارا نہ کیجئے

دانش جو کوئی کام سے روکے تمہیں ضمیر
پھر اپنے آپ سے تو کنارا نہ کیجئے

میں ڈھونڈتا رہوں گا اسے جانے کب ملے
مسجد میں مدرسے میں کہیں پر تو رب ملے

اس شوخ نے کہا کہ کہو مدعا ہے کیا
ایسے کھلے کہ پھر نہ کبھی لب سے لب ملے

وہ سیکھتا ہی جائے گا آدابِ گفتگو
اس کو کہیں سے صحبتِ اہلِ ادب ملے

اللہ رے یہ عشق کے ماروں کی جستجو
دیدار یار کا کہیں کوئی سبب ملے

دانش زمیں پر ہو اگر کثرتِ گناہ
کیا جانے کیسی شکل میں غیض و غضب ملے

بھرنے والا اڑان ہے شاید
وہ بہت خوش گمان ہے شاید

ظلم سہتا ہے کچھ نہیں کہتا
وہ کوئی بے زبان ہے شاید

اپنے لب میں نے خود ہی سی ڈالے
اب اسے اطمینان ہے شاید

جانے کیوں دور دور رہتا ہے
مجھ سے کچھ بدگمان ہے شاید

بے سبب کب زمیں لرزتی ہے
کچھ خفا آسمان ہے شاید

بات کرتا ہے پھول جھڑتے ہیں
اس کی اردو زبان ہے شاید

تم یہ سمجھ رہے ہو ستنگر کے ساتھ ہوں
میں حزبِ اقتدار کے رہبر کے ساتھ ہوں

دونوں کی صحبتیں مجھے یکساں عزیز ہیں
مفلس کے ساتھ ہوں میں تو نگر کے ساتھ ہوں

اپنا ہے کچھ خیال نہ دنیا کا کچھ خیال
جب سے میں ایک مست قلندر کے ساتھ ہوں

سائے میں جس کے رہ کے میں پروان چڑھا ہوں
میں گھر کے وہی شجرِ تناور کے ساتھ ہوں

ترکیب سے نصیب بناتا گیا ہے وہ
میں تو قناعتوں میں مقدر کے ساتھ ہوں

دانش وہ مجھ پہ جان چھڑکتا ہے آج کل
میں ان دنوں خلوص کے پیکر کے ساتھ ہوں

کچھ ایسے بھی احباب ہیں اربابِ سخن میں
شامل نہیں ہوتے ہیں کبھی بزمِ سخن میں

شعراء اور ادیبوں کے دیئے خون کے باعث
اردو بھی سلامت ہے مرے پیارے وطن میں

شیدائی میں اردو کا ہوں اردو ہے مری جان
شامل ہے مرا نام بھی خدا مِ سخن میں

اللہ رے ہو جائیں نہ ہم فرض سے غافل
دوانے ہوئے جاتے ہیں اس ذوقِ سخن میں

معیار کے پیمانے پاترے مری کاوش
اے کاش پہنچ جائے مری بات وزن میں

دانش یوں ہی بے داغ گزر جائے مری عمر
لگتے ہیں تو لگ جائیں سوداغ کفن میں

بنتی نہیں ہے آج کسی کی کسی کے ساتھ
ہونے لگی ہے دوستی اب دشمنی کے ساتھ

اس کا ہر ایک ناز اٹھانے لگا ہوں میں
اچھی گزر رہی ہے مری زندگی کے ساتھ

اس عمرِ ناتواں میں افاتوں کی جستجو
وابستگی سی ہو گئی چارہ گری کے ساتھ

اللہ تیری ذات میں کرنے لگے شریک
کیسا مذاق ہے یہ تری بندگی کے ساتھ

رہتے ہیں لوگ بن کے سدا مرکزِ نظر
جیتے ہیں زندگی کو جو زندہ دلی کے ساتھ

ہو جائے یہ جدا تو بھرم ٹوٹ جائے گا
لفظِ وفا جڑا ہے ہر اک دوستی کے ساتھ

محدود کیجئے نا عبادت کے دائرے
خدماتِ خلق لازمی ہیں بندگی کے ساتھ

محفوظ ہے یہاں مرا شیشے کا کاروبار
پتھر تراشتا ہوں میں شیشہ گری کے ساتھ

بنا کے نسل کو اخلاق کا پیکر جائے
جہاں میں اپنی یہ میراث چھوڑ کر جائے

اٹھو اٹھو کہ مقدر کو خود بنائیں ہم
دعا دعا میں کہیں عمر نہ گزر جائے

جو تیرے سامنے رو رو کے مانگتا ہے سدا
خدا کبھی تو تری اس پہ اک نظر جائے

نظر ہو مجھ پہ تری وہ نظر ہو اے مولا
کہ جس نظر سے مری زندگی سنور جائے

نظر میں میری وہ ذلت سے کم نہیں دانش
نظر میں رہ کے نظر سے کوئی اتر جائے

تجھ کو سکونِ قلب ملے ابتدا تو کر
خود سے کیا ہوا کوئی وعدہ وفا تو کر

لازم نہیں کہ میرے کہے پر کرے عمل
باتوں کو میری غور سے لیکن سنا تو کر

جو ان کا کام ہے وہ کرے گی دوائیاں
لیکن دوا کے ساتھ صحت کی دعا تو کر

دانش تو اپنے آپ کو اچھا کہے مگر
کیوں ہے ترے خلاف زمانہ پتا تو کر

جھکانا سر کو ترے در پہ ہے روایت کیا
تو پھر بتا کہ ریا کیا ہے اور عبادت کیا

اگر نہ ہو کوئی پابندِ آئین و دستور
تو اس کے واسطے پھر جرم کیا عدالت کیا

ہیں آپ ان دنوں کچھ کچھ خفا خفا مجھ سے
ہوئی ہے شان میں کچھ آپ کے اہانت کیا

ظہور ہونے لگا پیش گوئی کا یا رب
تو عنقریب ہی آنے کو ہے قیامت کیا

اگر ہو دوست کوئی دشمنی پہ آمادہ
تو ایسے دوست سے یاری ہو کیا عداوت کیا

پہلے مفہومِ وفا ان کو بتایا جائے
پھر لٹانا ہے تو گھربار لٹایا جائے

قتل کے واسطے سازش یہ بہت اچھی ہے
پاک دامن ہے تو الزام لگایا جائے

غم بھی ہیں گردشِ ایام کے تابع ورنہ
کس سے یہ بارِ غم زیست اٹھایا جائے

اپنے حصے کی ہوا ہم کو اگر رکھنی ہے
گھر کے آنگن میں کہیں بیڑ لگایا جائے

کیا ضروری ہے کہ زکوٰۃ نکالی ہو اگر
گھر کی دہلیز پہ دربان بٹھایا جائے

جانے کیوں مجھ سے ہوا تھا وہ خفا یاد نہیں
کون سی ہو گئی تھی مجھ سے خطا یاد نہیں

میری مایوس نگاہوں کی طلب پہچانو
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

سب کو ہیں اپنے مقدر سے گلے اور شکوے
رب کی کیا کیا ہیں عنایات و عطا یاد نہیں

نکبت گل کو لیے ساتھ چلا کرتی تھی
کیا تجھے یاد ہے، اے بادِ صبا یاد نہیں

میں تو اس کو ہی منانے میں لگا رہتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ دانش کو خدا یاد نہیں

ملال خوب ہوا، اس کا اختتام تو کر
غمِ حیات کے قصے کو اب تمام تو کر

مسرتیں ترے دامن میں لا کے ڈالوں گا
تو اس کی بعد کی سانسوں کو میرے نام تو کر

نصیحتوں سے سنور جائے زندگی تیری
سن ان کی بات، بزرگوں کا احترام تو کر

حلال رزق اگر چاہتا ہے اے بندے
جو شے حرام ہے، خود پر اسے حرام تو کر

یہ خامشی تو مسائل کا حل نہیں ہرگز
نکل ہی آئے گا کھل کر کوئی کلام تو کر

اگر تو چاہتا ہے لوگ تیرے کام آئیں
تو آڑے وقت میں، ان کا کوئی کام تو کر

چادر بھلے ہی قد کے برابر نہیں رکھتے
چوکھٹ پہ تو نگر کی مگر سر نہیں رکھتے

جودل میں ہے پڑھ لو وہی چہرے پہ لکھا ہے
اپنوں سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتے

رکھتا ہے وہ جس حال میں اس حال میں خوش
ہیں
مانا کہ سکندر سا مقدر نہیں رکھتے

یا رب تجھے بھائیں عبادت کی ادائیں
یہ سچ ہے ہم اوصافِ قلندر نہیں رکھتے

گر ہے وہ رسائی میں تو کر لیتے ہیں پوری
دانش کسی خواہش کو دبا کر نہیں رکھتے

سچ ہے کہ میرا تجھ پہ ہی دار و مدار ہے
پر یہ نہیں کہ تو مرا پروردگار ہے

آنکھوں سے اس کی روشنی جاتی رہی مگر
اچھے دنوں کا اب بھی اسے انتظار ہے

دل میں اگر نہیں ہے کوئی حرص اور طمع
پھر زندگی میں یار سکوں ہے قرار ہے

وعدے کیے گئے تو نبھانے کے ہوں جتن
ورنہ ہیں کیا یہ عذر، یہ راہِ فرار ہے

حیرت ہے ان سے بات کیے جا رہا ہوں میں
اور دل کی دھڑکنوں پہ مرا اختیار ہے

خدا کے حکم پہ سب نیک کام کرتے ہیں
گناہ بھی تو اسی کے غلام کرتے ہیں

جو بات بن گئی ہے انتشار کا باعث
وہ بات کیوں پھر ہمارے امام کرتے ہیں

ہمیں ہے ناز ہمارے ہزار گرویدہ
ہمارے کام بصد احترام کرتے ہیں

محبتوں کی یہ معراج ہے کہ بندے بھی
خدا سے مل کے خدا سے کلام کرتے ہیں

انہی پہ آ کے حماقت تمام ہوتی ہے
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

وہ لوگ بھی تو ہنرمند لوگ ہیں دانش
بغل میں رکھ کے چھری رام رام کرتے ہیں

وہ روشنی جو ہمیشہ سفر میں رہتی ہے
فلک پہ چاند ستاروں کے گھر میں رہتی ہے

وہ نیم شب میں نہ دوپہر کی تمازت میں
شفق نمائشِ شام و سحر میں رہتی ہے

تمام جسم ہی مسکن ہے اس محبت کا
یہ ذہن و دل میں جگر میں نظر میں رہتی ہے

شجاعتیں نہیں پائیں گی پرورش اس سے
وہ ماں جو سایہ خوف و خطر میں رہتی ہے

وفا کے اور جفاؤں کے ہیں جدا مسکن
وفا تو دل میں جفا چشمِ تر میں رہتی ہے

بس یہی دیکھتے ہیں کیے میں
سوزش مستقل سی سینے میں

مئے بس اتنی ہو آب گینے میں
جس سے انساں رہے قرینے میں

میکدے بند کیوں ہوئے سارے
وہ بھی ساون کے اس مہینے میں

کسبِ رزقِ حلال کی ہے مہک
ایک مزدور کے پسینے میں

زندگی جب سے ہو گئی دشوار
لطف آنے لگا ہے جینے میں